

شرع بخاری

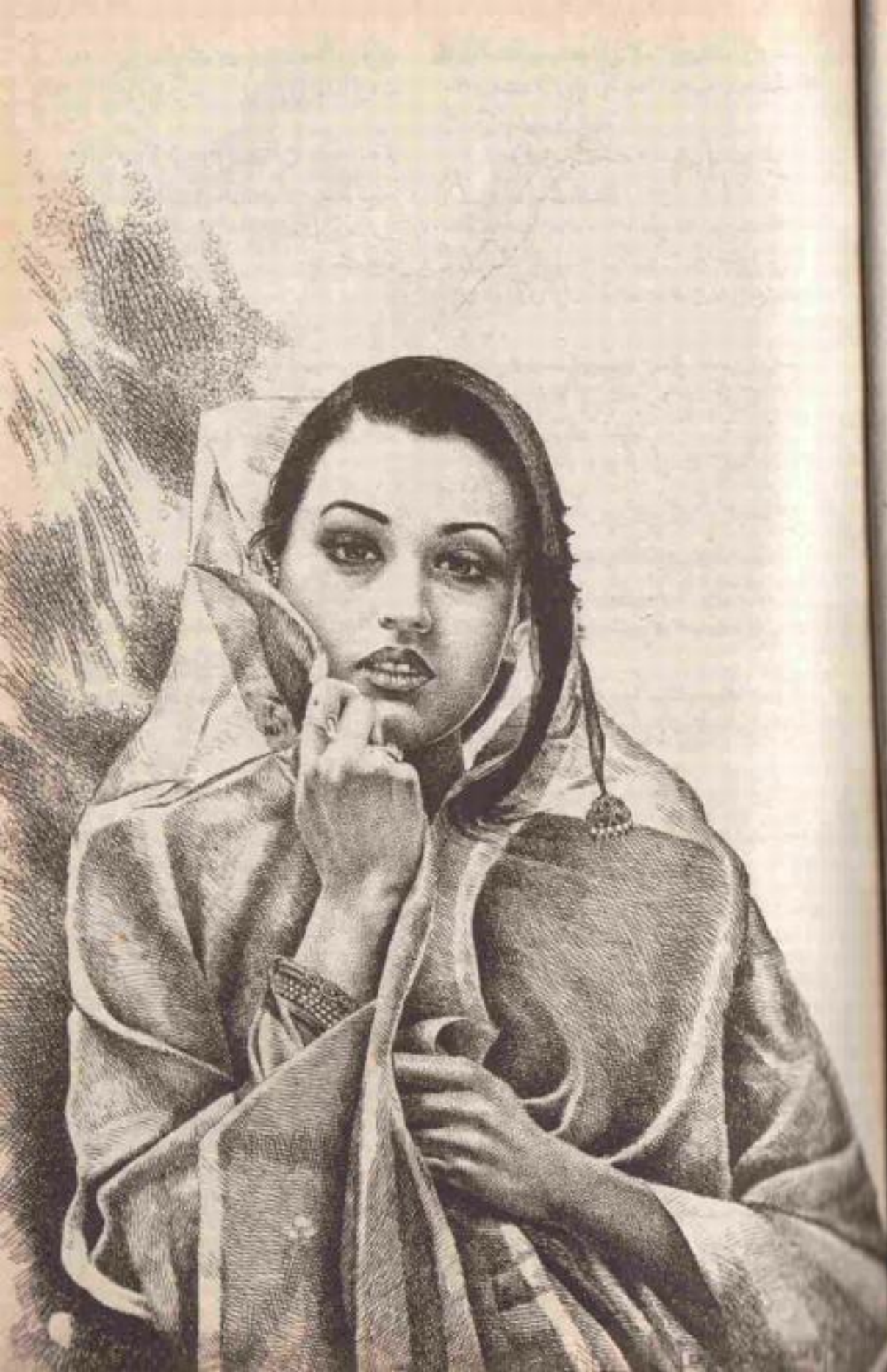
سیدہ شہزادی

”تھوڑی دیر میں کر لیں نانی جان: ہو سکتا ہے طبیعت سنبھل جائے۔“
و اے شہزاد! اصرار ہے کہ درد سے بچنے کو ہے۔ بلڈ پریشر بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ اور تم میرا مشورہ دے رہی ہو اگر طبیعت سنبھلنے کے بجائے بگڑ گئی اور میں جل بسی تب بھی تو کفن دفن کا انتظام کر دینے کے لیے ہمسایوں کے گھر کہنے جاؤ گی یا نہیں؟
”اوہ نانی جان: کیسی خوفناک باتیں کرتی ہیں آپ! زیب النساء نے کچھ خوفزدہ سے انداز میں ان کی صورت دیکھتے ہوئے کہا۔“

ٹاؤنٹ



”یہ سچائی ہے۔ بوڑھی جان ہوں۔ قبر میں پاؤں ٹٹکاٹے بیٹھی ہوں۔ ذرا سا سہانا ہی موت کا سبب بن سکتا ہے۔ اور میں پوچھتی ہوں تم آخر ان کے ہاں جانے سے اس قدر بچ گیا کیوں رہی ہو؟“
”نانی! کل تو ہم اس گھر میں آئے ہیں۔ ابھی پاس پڑوس ہے واقعتاً جی نہیں ہے اور میں جا کر کہوں کہ یہ دوا میں لا دیجئے۔ کچھ مناسب نہیں لگتا۔ ابھی اتنی بلزار سے آئی ہوں گی ان سے منگوایا ہیجے گا۔“
”وہ بے چاری ابھی بازار سے تھکی ہارٹی گھر آئے گی اور میں اُسے پھر بازار دوڑا دوں۔ یہ نظم مجھ سے نہیں رہتا۔ تم مجاؤ پڑوسیوں کے ہاں بھرا پڑا گھر ہے لڑکیوں



کی بھی آفازیں میں کل سے سن رہی ہوں۔ لوگوں کی بھی کافی تعداد معلوم ہوتی ہے۔ کوئی نہ کوئی دوا لائی دے گا۔

”نانی! وہ اتنی بڑی کوٹھی ہے، پتا نہیں کس مزاج کے لوگ ہوں گے، امیر لوگ غریبوں کو منہ نہ دکھانا کب پسند کرتے ہیں، جب انہیں پتا چلے گا کہ میں اس پرانے سے مکان سے آئی ہوں تو ہو سکتا ہے سیدھے منہ بات بھی نہ کریں۔“

”تم بس گھر بیٹھی اندازے لگاتی جاؤ اور کوئی ایسی عالیشان کوٹھی بھی نہیں ہے وہ ہائے میرا سر لگتا ہے، آج تو نہیں بچوں کی ہیں۔“ انہوں نے سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ اور پریشانی گھٹیاں کرنے لگیں۔

”نانی! کیا زیادہ طبیعت خراب ہے؟ زیب النساء نے گہرا کر پوچھا۔

”اے تو تمہارے خیال میں، میں اتنی دیر سے ڈرامہ کر رہی ہوں؟ انہوں نے جھجک کر کہا پھر دوبارہ سے ہائے کرنے لگیں۔

”آپ پریشان نہ ہوں، ذرا حوصلہ پکڑیں۔ میں جانتی ہوں ہمسائیوں کی طرف؟ نہ چلتے ہوئے بھی وہ اٹھ کھڑی ہوتی، سیاہ چادر کھنٹی سے اتار کر سر پر اوڑھ لی، الماری سے کچھ پیسے لیے اور اٹھتی گھبراہٹ سے گھر سے باہر آ گئی۔

پتا نہیں کس مزاج کے لوگ ہوں گے، دوا لاکر دیں گے بھی یا نہیں، کئی مرتبہ نانی سے کہا ہے اپنی ضرورت کی اشیاء ختم ہونے سے پہلے ہی منگوا کر رکھ لیا کریں۔ اب اتنی بھی گھر نہیں ہیں، مجھے ایروں غیروں سے مدد لینا پڑ رہی ہے۔ سوچتی تھی وہ ہمسائیوں کے اونچے سے سفید گیٹ کے سامنے آگئی۔ گیٹ کھلتا تھا پھر بھی اس نے کال میل دے دی دوسری مرتبہ انگلی رکھنے پر ایک پیارا سا بچہ نمودار ہوا اور سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگا۔

”اندھا آنا ہے مجھے؟“ وہ اشیاء میں سر ہلا کر مجھے بٹا اور بولا۔

”آپ ضرور فزوی خالہ کی سہیلی ہوں گی مگر فزوی خالہ

اس وقت آپ سے نہیں مل سکتیں، ان کی چھوٹے ماموں سے لڑائی ہوئی ہے اور اب وہ اپنے کمرے میں بیٹھی رو رہی ہیں۔“

وہ بچے کی بات کے جواب میں کچھ کہے بغیر اندر آگئی۔ یہاں لان میں جو نظارہ دیکھا، وہ کچھ خیر ان کوں سا تھا۔ ایک اچھا خاصا اسمارٹ نوجوان بیارے سے بکری کے بچے کی دونوں اگلی ٹانگیں پکڑنے سے اسے ہوا میں گول گول گھما رہا تھا اور ساتھ میں کوئی گیت گنگنا رہا تھا۔

”یہ ہمارے چھوٹے ماموں ہیں اور یہ بنی ہے۔ بنی ان کی بکری کا بچہ ہے مگر ماموں کہتے ہیں۔ میں اسے اپنا ہی بچہ سمجھتا ہوں۔“

چھوٹا سا لڑکا بڑی سنجیدگی سے بتا رہا تھا۔

زیب النساء کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی مگر چند لمحوں کے لیے کہ وہ نوجوان اب ادھر ہی آ رہا تھا۔

”کس سے ملنا ہے آپ کو؟“ بنی کو گود میں لیے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے وہ زیبیات مخاطب تھا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آیا کیا نام لے خاموش کھڑی رہی؟ آخر کسی سے تو ملتا ہی ہوگا۔ چلیے اندر تشریف لے چلیے۔

بچنے کے ساتھ ہی وہ شاید درہمائی کے خیال سے اٹھ کھڑا پڑا۔ راداری سے ہرگز ایک بڑے سے کمرے میں اسے لاکھڑا کیا اور بولا۔

”یہاں اس وقت گھر کے تین افراد موجود ہیں۔ آپ کو جو پسند آئے اس کے بات کر لیں۔“

زیب نے ہلکی اٹھا کر دیکھا۔ ملنے بچے تخت پر امی کی عمر کی ایک خاتون بیٹھی تھیں۔ ان کے برابر کرسی پر بھی امی کی عمر کی ہی ایک اور بچہ کارپٹ پر اسی لڑکے کا ہم عمر ایک لڑکا بیٹھا تھا۔ اور یہ سب زیبیاتی کو دیکھ رہے تھے۔

”السلام علیکم؟“ اس نے گھبراہٹ کے عالم میں سلام کیا اور اپنی ہی آواز کچھ اجنبی سی محسوس ہوئی۔ لیون نے جواب دیا اور کرسی والی خاتون نے اسے اپنے برابر میں رکھی کرسی پر بیٹھنے کو کہا۔

”کہاں سے آئی ہو بیٹی؟ میں نے پہچانا نہیں، کیا تم فزوی کی سہیلی ہو؟“

جواب ظاہر ہے کہ نفی میں ہونا تھا۔

”اچھا اچھا، پھر نائیک کے ملنے والوں میں ہوگی؟“

جواب پھر ناں میں اس کے وہ سوالیہ انداز میں اس کی صورت دیکھنے لگیں۔

”یہ جو آپ کے گھر سے بائیں طرف ایک گھر ہے۔ ہم لوگ کل وہاں آئے ہیں۔ گھر کی حالت کی وجہ سے وہ شرمندگی سے بتا رہی تھی۔“

”اچھا تو تم عجمانی ظفر اللہ کے کرائے دار ہو؟“ کل نو ما اور دمانی بتا رہے تھے کہ سامان آیا ہے نئے کپڑے آ رہے ہیں مگر ہم نے دھیان نہیں دیا۔ بیٹی تم ٹھیک سے بیٹھ جاؤ۔“

تخت پر بیٹھی خاتون نے محبت سے کہا پھر اس لڑکے سے جو اسے یہاں تک لے کر آیا تھا بولیں۔

”تم کھڑے کیا کر رہے ہو؟ اس منہوس دیکری کا بچہ کو گود سے اتارو اور فرج سے شیراز کی بوتل نکال کر لاؤ۔“

”آپ اسے منہوس نہ کہا کریں۔ میں نے اسے بیٹھا بنایا ہے، اس لحاظ سے آپ اس کی دادی لگتی ہیں؟“

”بکومت؟“ اس کی بات پر کارپٹ پر بیٹھا لڑکا ہنس پڑا تھا۔ اور یہ ہنس خاتون کو تپا گئی تھی۔

”بیٹی! کیا نام ہے تمہارا؟“ کرسی پر جو بیٹی تھیں وہ پوچھ رہی تھیں۔

”زیب النساء؟“ اس نے دھیرے سے بتایا پھر بولی۔

”میں ایک کام کی وجہ سے آئی تھی اگر کر دیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔“

”ہاں ہاں ضرور بتاؤ کیا کام ہے؟“ دونوں۔

دل و جان سے تیار دکھائی دینے لگیں۔

اس نے نانی کی بیجاری کا بتایا اور دوا کا نام بتا کر بولی۔

”امی بھی بانٹا رہی ہیں، دردناک کوزہ صحت نہ دیتے۔“

”اس میں زہت کی بجائے کیا بات ہے۔ پڑوسیوں

کا تو بڑا حق ہوتا ہے۔ چلو حنفید! بہن کو دوا لاکر دو۔“

انہوں نے لڑکے سے کہا وہ بھی فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور ساتھ ہی زیبیاتی کہتے ہوئے اٹھی۔

”نانی گھر میں آگئی ہوں گی، میں چلتی ہوں۔ پتہ یہ منٹ کے بعد آکر تیار کر جاؤں گی۔“

”یہ خود دوا تمہارے گھر دے آئے گا اور جب تمہاری نانی کی طبیعت ٹھیک ہو جائے پھر ہماری طرف ضرور آنا۔ فزوی اور نائیک تم سے مل کر بہت خوش ہوں گی، اپنی نانی اور امی کو ہماری طرف سے سلام کہنا اور یہ بھی کہ ہم نانی کا حال پوچھنے آئیں گے تمہاری طرف۔“

وہ ان لوگوں کے اخلاق سے متاثر ہوئی خدا حافظ کہتی باہر نکلی تو راداری میں بکری والا لڑکا منگوا گیا۔

”آپ جو سپرے بغیر تشریف لے جا رہی ہیں؟“

بچہ شائستہ منگواؤں میں مٹھتی دشرارت سی تھی۔

”جی بس مجھے جلدی ہے آپ کا شکریہ؟“ اس نے جانے کو قدم بٹھائے۔

”شکریہ تو آپ کا کہ آپ کی بدولت آج ہم جو سپرے میں گئے ورنہ ہماری اماں تو ہر شے کو سنبھال سنبھال کر رکھتی ہیں۔ یہ کہہ کر گلاس منہ سے منگوا لیا۔ وہ تیز قدموں سے باہر آ گئی۔“

نانی اس کی منتظر تھیں جو ہی کمرے میں داخل ہوئی بولیں۔

”ہاں کیا کہتے ہیں لاکر دیں گے یا نہیں؟“

”نانی! وہ تو کافی اچھے لوگ ہیں۔ انہوں نے فوراً اپنے لڑکے کو دوا لانے بھیج دیا۔ بس چند منٹوں میں لے کر آتا ہوگا کہہ رہی تھیں ہم تمہاری نانی کا حال پوچھنے آئیں گے۔“

”اور تم تھیں کہ ان کی طرف جانا ہی نہیں چاہ رہی تھیں۔ پڑوسیوں سے میل ملاقات رکھنا چاہیے اب میں تو اپنی بیجاریوں کی وجہ سے ایسی لاچار ہوتی ہوں کہ کہیں آج بھی نہیں سکتی ورنہ تو خود ان کے ہاں جاتی۔“

”نانی جان! میں تو اس خیال سے نہیں جا رہی تھی کہ معلوم نہیں کس مزاج کے لوگ ہوں گے۔ اتنا بڑا سا گھر ہے، اب کامزاج بھی خیر ملاسا ہوگا، مگر وہاں بڑے

گھر والی کوئی بات ہی نہیں سادہ سا فریج ہے اور بہت اچھے مزاج کی خواتین ہیں، دونوں ہی سادہ اور پر خلوص تھیں۔ ان کے گھر میں دو لڑکیاں بھی ہیں۔ پہلے وہ یہی کہیں کہیں ان کی لڑکیوں کی سہیلی ہوں۔ اور نانی جان ان کے گھر میں ایک لڑکا ہے۔ اس نے بکری کا ایک بچہ پال رکھا ہے۔ بلکہ اس کو اپنا بیٹا بنایا ہوا ہے جب میں ان کے گھر میں داخل ہوتی تھیں وہ اسے ہوا میں گول چکر دے رہا تھا۔

اس نے ہنستے ہوئے نانی کو یہ بات بتائی تھی مگر کر لولیں۔

”ہاں بھی ہوتے ہیں کچھ لوگ جو جانوروں سے بہت محبت کرتے ہیں مگر تمہیں ان کے لڑکوں کو دیکھنے ان کی عادات جاننے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بس لڑکیوں کے پاس چلی جایا کرتا اور کچھ دیر بیٹھ کر وہیں آجایا کرتا۔“

”کمال کرتی ہیں آپ بھی نانی! اب بھلا میں کوئی ایسی ولیسی ہوں۔ مجھے تو اس کی اس محبت پر ہنسی آ رہی تھی اس لیے آپ سے بھی ذکر کر دیا۔“

”بہت دیر کر دی تمہاری ماماں نے، اب تک تو آجانا چاہیے تھو۔ چلو خیر آجائے گی۔ خریداری بھی تو خاصی کرنا تھی۔“

خود ہی سوال خود ہی جواب، نرمی کی رائے نہیں چاہی تھی۔ ذرا دیر کے بعد لولیں۔

”مجھے پانی تو ملا اور سنو، اب جو ان کا لڑکا دوا لے کر آئے گا تو اسے دروازے سے ہی نہیں لوٹانا۔ اندر بلا لینا چاہئے پلا کر بھجنا۔“

”نانی! اتنی گری میں وہ بے چارا دوائی لے کر آئے گا اور پھر اوپر سے مزید ظلم یہ کہ اسے چائے پلائی جائے گی۔ وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے گا کہ میں نے ان کی مدد کر کے انتہائی غلطی کی ہے۔“

”اچھا زیادہ باتیں مت بناؤ۔ شربت ختم ہو چکا ہے اگر تینوں رکھے ہیں تو سب کچھ بنالینا۔ وہ اشبات میں سر ہلا کر بچن میں آگئی۔“

کچھ دیر بعد امی اور ان کی آمد کے پانچ منٹ بعد جنید نانی کی دوا لے کر آگیا۔ نانی نے امی سے کہا۔

”اسے میرے کمرے میں ہی لے آؤ ایسے نیک

بچے کو دیکھ کر دعا تو دے دوں۔“

امی کی ساری شانگ اس کمرے میں نانی کے پلنگ کے برابر والے پلنگ پر پھیلی ہوئی تھی۔ زیبا اور امی نہیں چاہ رہی تھیں کہ جنید یہاں آئے مگر نانی نے آواز دے کر بلالیا۔ سر پر دست شفقت پھر احوال، نامہ شغل غرض من دس منٹ میں اچھا خاصا اسٹریو کر ڈالا۔

”نانی! میرے کزن کو آپ جیسی خواتین بہت اچھی لگتی ہیں اگر وہ میرے ساتھ آتا تو آپ کو دیکھ کر قہر سے نہیں زیادہ خوش ہوتا۔“

”اچھا کہاں ہوتا ہے تمہارا کزن؟ نانی کو بھی دلچسپی پیدا ہوئی۔ ویسے جنید کے گفتگو کے دوران وہ اپنی بیماری کو ذرا موش گرجکی تھیں اور خاصی فریٹش دکھائی دینے لگی تھیں۔“

”یہیں گھر پر ہوتا ہے، میرے ساموں کا بیٹا ہے۔ واقعی نام ہے اس کا۔“

”اچھا میری طبیعت سنبھل جائے تو میں آؤں گا۔“

تم لوگوں کی طرف۔“

جنید کچھ دیر بیٹھا پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

”کیسا سعادت مند بچہ ہے نیک والدین کی اولاد لگتا ہے۔ تیار رہا تھا والد حیات نہیں یہ اور اس کی بہن بس دو ہی بہن جاتی ہیں، بہن اس سے چھوٹی ہے۔“

”واہ نانی! آپ نے تو مکمل معلومات حاصل کر لی ہیں۔ وہ منس پڑی تھی۔“

”پڑوسی میں ہمارے اور ان کے بارے میں ہیں ایک نہ ایک روز تو سب علم ہونا ہی ہے، پھر میں نے کوئی غلط بات نہیں کی اس کے ساتھ اور اگر اسے ہم سے کچھ چھپانا ہوتا تو میری باتوں کے جواب دیتا ہی نہیں۔ نسیم زیم ہوا ان کی طرف اچھے لوگ ہیں۔ زیبا بھی بڑی تعریف کر رہی تھی۔“

”زیبا کو کس نے بتایا ان کے بارے میں؟ امی حیران ہوئیں۔“

جواب میں زیبا نے سب بتا دیا۔

”اکیلے جانے کی کیا ضرورت تھی، ذرا دیر بعد

میں آئی جاتی۔“

”اچھا! ماں کا کوئی احساس ہی نہیں، میں چاہے دنیا سے اٹھ جاتی۔ نانی کو سخت غصہ آگیا۔ بلکہ پریشر پہلے ہی ہاں تھا دونوں پر لیشان ہو کر انہیں منانے لگیں۔“

شام کو زریبا نے سو سے بتائے نانی کو پڑوسی یاد آگئے بولیں۔

”چار پانچ سو سے پڑوس میں دے آؤ۔“

”اچھا نہیں لگتا بار بار ان کے ہاں جانا۔ وہ جانا نہیں چاہ رہی تھی۔“

”کیوں اچھا نہیں لگتا؟ یوں کہو کچھ دینا اچھا نہیں لگتا۔ بی بی دل کو کشادہ رکھتے ہیں اور پڑوسیوں کا تو بڑا حق ہوتا ہے۔“

”وہاں اتنے سارے لوگ رہتے ہیں اور میں چار سو سے لے کر سبھی جاؤں اپنی اذات بتانے۔“

”ایک تو تمہیں احساس کسری نے کہیں کانہیں چھوڑا۔ اگر عمل نہیں ہے ہمارے پاس تو جو نیٹرا بھی

تو نہیں۔ اچھے خاصے کچے گھر میں رہتے ہیں۔ زیادہ نہیں مگر اتنی زرعی زمین تو ہے کہ ہم تینوں کی گزر بسر ہو سکے، تم بتا نہیں گن سوچوں میں رہتی ہو دولت کی خواہش نے تمہیں کہیں کانہیں چھوڑا۔“

”یہ بات نہیں ہے نانی جان! میں تو بس اتنا کہنا چاہ رہی تھی۔“

”کوئی ضرورت نہیں مفاہیاں پیش کرنے کی ہووے رکھ پیٹ میں اور دے کر آؤ ان کے ہاں۔“

”امی سے تو پوچھ لوں، انہیں پہلے بھی میرے ادھر جانے پر اعتراض ہو رہا تھا۔“

”کوئی اعتراض نہیں تھا چلو جلدی دے کر واپس آؤ میں چائے کے انتظار میں بیٹھی ہوں۔“

”دوپٹر درست کرتی پیٹ میں پانچ سو سے رکھے وہ شرمندہ ہی ایک بار پھر ان کے گیٹ پر کھڑی تھی۔“

”آئیے آئیے۔ رک کیوں گئیں۔ وہی بکری والا لڑکا یہاں قریب ہی کھڑا پودوں کو پانی دے رہا

تھا۔ زیبا نے اندر آ کر خالنگی سے سلام کیا۔ جس کا جواب دینا اس نے ضروری نہیں سمجھا۔ پلیٹ پر لگائیں جائے بولا۔

”کیا لے کر آئی ہیں؟“

اس نے جواب دینے کے بجائے اسے تھما دی سفید کر وشیے کا رد مال ہٹا کر دیکھا اور بولا۔

”آہا! سو سے تو یہ خوشیوں میں آپ کے گھر سے اٹھ رہی تھیں۔ ادھر میں بڑی طرح بے چین ہو رہا تھا ہمارے گھر میں تو سب کے سب کچھ کام چور ہیں۔ عین

وقت کی روٹی کے سوا کچھ نہیں پکتا یہاں آپ جب بھی ایسی منے منے کی چیزیں پکا یا کریں مجھے ضرور بھیجا کریں۔ ایسی بے تکلفی اور سچو کے پن پر وہ حیران تو ہوئی مگر حیرت ظاہر نہیں کی، اشبات میں سر ہلا دیا۔ وہ ایک سو سے اٹھا کر کھانے لگا۔ ساتھ میں تعریف بھی جاری رہی اور کھانے کے بعد بولا۔

”مجھے جنید نے بتایا تھا۔ آپ کے گھر میں ایک نانی بھی ہیں جو مجھے بے حد پسند آئیں گی، اور اب تو میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ پڑوسی ہی مجھے بے حد پسند آئیں گے۔“

میں اب چلتی ہوں۔ وہ اسے اندر جانے کو بھی نہیں کہہ رہا تھا۔ گیٹ کے سامنے اس کا راستہ روکے ہی گھڑا سموسوں سے انصاف کرنے میں مشغول تھا۔

”اگنی جلدی بھی کیا ہے۔“
مجھے چائے بنانی ہے۔ نانی انتظار کر رہی ہوں گی۔

اس نے واپس کے لیے قدم برہائے۔
”اپنی پلیٹ تو لیتی جائیں۔“
پھر کبھی لے جاؤں گی۔“
چلو جیسے آپ کی مرضی۔ اور وہ واپس آگئی لگتا ہے سب سو سے بھی کہا جائے گا گھر والوں کو تو پتا بھی نہیں چلے گا کہ میں کچھ لے کر آئی تھی۔ ویسے فیملی واپس لے آئی چلتی تھی۔ اتنا قیمتی سیٹ ہے ہمارا۔ اب جو یہ پلیٹ اس نے ادھر ادھر رکھ دی تو سب خراب ہو جائے گا۔

اس کے لیے میں حیرت تھی۔ انہوں نے غصے کیا۔ جواب میں بولیں کچھ نہیں۔ اگر ممان اتنے تیز مزاج کی نہ ہوتیں تو ہم ان کے ساتھ رہ سکتے تھے۔ ان کی دونوں بیٹیوں سے تو میری اچھی دوستی تھی۔ ہم ان سے کچھ مانگتے تو نہیں تھے۔ پھر بھی ممان کو ہمارا وہاں رہنا اچھا نہیں لگا۔ بے چاری نانی بھی آپ کی خاطر بیٹے کا گھر چھوڑ آئیں۔

”اب چھوڑو ان باتوں کو، جو ہوتا تھا وہ ہو چکا۔“
”امی! اگر آیا دوسری شادی نہ کرتے تب ہم اتنے اکیلے نہ ہوتے۔“ ان کی سن ان کی سن کر کے وہ کہہ رہی تھی۔

”اگر مگر کاش ان باتوں سے بھلا کیا ہوتا ہے۔ جو قسمت میں لکھا بروہ ہو کر رہتا ہے۔“ انہوں نے دھیرے سے کہا۔

”اب بھی تو آیا کو دو منیر بیٹیاں ہی ملی ہیں۔ بیٹے کی آرزو میں دوسری شادی کی تھی مگر بیٹیاں نہیں ہوا اور میری دھال ہے جو بھی نہیں۔ انہوں نے ہم پر ظلم توڑا ہے۔ انہیں سزا ملنی چاہیے۔“

”تم جی مت جھگڑا کرو، غصہ رہا کرو۔ میں اور اماں تو ہیں تمہارے سر پر پھر نہیں کس بات کی فکر ہے۔“
”امی! مجھے آپ پر بڑا غصہ آتا ہے۔ کس طرح انہوں نے بیوی اور بیٹی کو در بدر کر دیا۔ ہمیں زہلے کے سر دھرم کھنے کو اکیلا چھوڑ دیا۔ یوں بھول گئے جیسے ہم سے کوئی تعلق تھا ہی نہیں۔“

”یہ مرد ذات ایسی ہی ہوتی ہے۔“ امی کے منہ سے آہ نکل گئی۔

”نانی! ان کا بکری والا لڑکا گیٹ پر ہی مل گیا تھا اس نے پلیٹ دیں پکڑ لی اور میں واپس آگئی۔“
”اے بے کسی بے وقوف ہو تم، اندر جا کر کسی خاتون کے ہاتھ میں پکڑاؤں تھی۔ رٹکے تو رٹے چھوڑے ہوتے ہیں، وہ سب خود ہی کہا جائے گا گھر کی عورتوں کو تو علم بھی نہیں ہوگا۔“

چلیں نہیں تو نہ سہی، ہم کون سے سونے کے سموسے لے کر گئے تھے۔

نانی اس کی حماقت پر بڑبڑاتی رہی وہ کہیں میں آگئی امی نے چائے بنالی تھی۔ اب پکوں میں انڈیل رہی تھیں۔ وہ بھی ان کے قریب آگھڑی ہوئی۔

”نریمان کتنے لوگ ہیں پڑوس میں؟“ انہوں نے پوچھا۔

”ایسے نہیں سوچتے بیٹی! خدا تعالیٰ سب کا راز ق ہے۔ وہ تو وہاں سے بھی رزق عطا کرتا ہے جہاں سے انسان کو امید بھی نہیں ہوتی۔ جیوشاباش! یہ چائے کے برتن باہر رکھو۔ اماں منتظر بیٹھی ہوں گی، ان کے سامنے ایسی کوئی بات نہیں ہونی چاہیے۔ ان کی طبیعت

پتا نہیں امی میری ملاقات ابھی سب سے نہیں ہوئی، ویسے میرا خیال ہے۔ کافی سارے لوگ ہیں۔ تقریباً سات آٹھ یا شاید اس سے بھی زیادہ، مجھے پرے گھر کتنے اچھے لگتے ہیں، ہے نانا امی!

”اور ماموں! انہیں بھی تو توفیق نہیں ہوتی کہ مینے دو مہینے بعد چار انہیں تو نانی کا ہی حال پوچھنے آجایا کریں۔“
”اے نانا! اگر نانی کی یہ عورتی سی جائداد آپ کے جتنے ہیں نہ آئی تو کیم تو بیک مانگنے پر مجبور ہو جاتے۔“ اس کی آواز بھرا گئی تھی۔

”ایسے نہیں سوچتے بیٹی! خدا تعالیٰ سب کا راز ق ہے۔ وہ تو وہاں سے بھی رزق عطا کرتا ہے جہاں سے انسان کو امید بھی نہیں ہوتی۔ جیوشاباش! یہ چائے کے برتن باہر رکھو۔ اماں منتظر بیٹھی ہوں گی، ان کے سامنے ایسی کوئی بات نہیں ہونی چاہیے۔ ان کی طبیعت

آج ویسے ہی کچھ ٹھیک نہیں۔“

وہ ان سے برتنوں کی طرف سے کر رہی تھی۔ جہاں نانی واقعی منتظر بیٹھی تھیں۔ امی آئیں تو انہیں دیکھتے ہی بولیں۔

”تم نے سنا! یہ پیٹ کے تھا آئی ہے۔ اور پھر تفصیل سے اس کی حماقت کے بارے میں بتانے لگیں۔“

”جیسی اماں کوئی بات نہیں دانے دانے پر مہر ہوتی ہے اگر یہ اس رٹکے کی قسمت کا تھا تو پھر وہی کھائے گا آپ غصہ نہ کریں۔“

نانی اماں کو سموسے پسند نہیں آتے، مگر چیں زیادہ لگ رہی تھیں انہیں اور ایک اعتراض یہ بھی تھا۔

”تم نے ٹھیک طرح سے لال نہیں کیے لپکے ہی نکال لیے ہیں۔ زیادہ حد سے زیادہ کام چور ہوتی جا رہی ہو، ایسے سموسے کھا کر جیسے کیا سوچیں گے ہمارے بارے میں، کیسی بچہ پھر عورتیں ہیں، کچھ بنانے پکالنے کا سیکھ رہی نہیں ہے انہیں۔“

”نانی! ایسی باتیں خواتین کرتی ہیں اور یہ تو ان ٹک پہنچیں گے ہی نہیں۔ وہ لڑکا سارے کے سارے ٹاپ کر چکا ہوگا۔“

”خدا کرے ایسا ہی ہو۔“

”کوئی انہیں یا ان کے خاندان کو بھیڑ کر کہہ دے، یہ ان کی برداشت سے باہر تھا کہ وہ واقعی بڑی طرفہ لیٹھ والی خاتون تھیں۔ اب تو قسمت اجازت نہیں دیتی تھی کہ کچھ پکانے کو چن میں جائیں یا سلانی بناتی کریں جب تک صحت دہری، خاندان میں اور ملنے والوں میں ان کی بے حد تعریف اور دھوم رہی کہ وہ چاہتی تھیں سارے ہنر اب نواسی کو بھی سکھا دیں مگر نہ سیکھاؤ اپنی پڑھائی بڑی عزیز تھی۔ چن کا کام تو دیکھی سے کر لیتی تھیں اور کروڑھیے میں اسے بالکل مزا نہیں آتا تھا۔ یہ بھی بھلا کوئی بات ہے، ایک خانہ آوارہ چڑھاؤ نظر نہ لگائے صبح سے شام اچھے رہو، البتہ اس کی امی یعنی نسیم بیگم بہت سا چہر تھیں سلانی، انسانی اور کروڑھیے کے کام میں۔

”کیسا اجازت سامن ہے اور ہے بھی اچھا خاصا اگر ادھر کیاری بنا کر گلاب موتیا اور کچھ سبز پالنگاں

جائیں تو بہت اچھا ہے۔ نانی آج گھر کے ایک ایک کوٹے کو سونارنے کے بارے میں سوچ رہی تھیں۔

”ہاں نانی جان! مٹاڑ کے پودے تو بہت سارے رہوئے چاہیں پھر جب لال لال مٹاڑ لگیں گے تو میں یہ کھوپ بناؤں گی۔“

”صرف مٹاڑ ہی نہیں مولیاں، گلابیں، مٹاڑ پتھر سب کچھ لگ سکتا ہے۔ نسیم کل تم بازار جاؤ تو بیچ لیتی آنا۔“

”اماں! آج آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں، صبح کیا ریاں بنانے میں لگ جائیں گی۔ کچھ دن آرام کریں پھر یہ سب دیکھا جائے گا۔“

”برسات تو بس شروع ہوا ہی چاہتی ہے۔ اسی موسم میں سبزی لگا دوں گی تو اچھا رہے گا، بس عم کل بیچ لیتی آنا۔“

”شام تک موسم بالکل ٹھیک تھا، یہ تینوں رات تو مجھے تک صحن میں ہی بیٹھی رہیں۔ نانی کی طبیعت بھی بہتر تھی، وہ موڈ میں بھی تھیں۔ پرانے قہقہے کہانیاں جن میں زیادہ کو ہدایت ہی بڑی دیکھی اور کشش غصوں ہوتی تھی۔ سنائیں۔ میں۔ نانی بتایا کرتی تھیں۔“

”میرا میکہ بہت اصر تھا۔ بہت سے باغات ہماری ملکیت تھے۔ لکڑی کا کام یعنی درختوں کی خرید و فروخت بھی ہوتی تھی۔ میرے آبا کا بہت بڑا بنگلہ تھا جس کے کمرے استغبر بڑے تھے کہ پوری بارات آرام سے سما سکتی تھی، ہمارے ہاں لٹاؤں کے خلاف خالص ریشم کے بننے تھے۔ ان پر سیا گونا لگایا جاتا تھا یا پھر شینیل کے خوبصورت لحاف چڑا کرتے تھے۔ سبھی پر باریک جالی جس پر چاندی کا خوبصورت کام بنا ہوتا تھا، ڈالی جاتی تھی اور ملازم عورتیں یا ورنی خانے میں گھسی ہر وقت ہی کوئی نہ کوئی مزیدار چیز تیار کرتی رہتی تھیں۔ چوبیس گھنٹے مہمانوں کا آنا جانا لگتا رہتا تھا اور چوبیس گھنٹے ہی چارے ہاں چولہا جلتا تھا۔“

”آنے والے مہمانوں کے قہقہے جو بے حد نفیس تھے، تحائف کے ساتھ نانی کے لٹاؤں میں آکر آتے تھے گھر میں رہنے والے بچہ بچوں چاہیوں کے قہقہے اور اس دور کی بہت سی باتیں برسات یوں سنائی جاتی تھی۔ جاڑے کا استقبال بخیر ہی اور حلوہ جات بنا کر کیا جاتا تھا۔

گرمائے کے آغاز پر دھاک کے مسلسل منگوائی جاتی تھی۔

”ہائے کیا دور تھا اور کیا مہرے تھے نانی اماں کے، کتنا خوبصورت اور بھرپور وقت گزارا ہے انہوں نے۔ اسی لیے تو ایسی با اعتماد ہیں۔ کسی کی دولت سے قطعاً مرعوب نہیں ہوتیں کہیں جویں ایسی بات منہ سے نکال دوں تو کتنے سے اچکا کر رہتی ہیں۔ یہ تو کچھ بھی نہیں میرے آبا کے پاس تو اس سے کہیں زیادہ دولت تھی اور ساری کی ساری حق حلال کی کمائی تھی۔ ایک میں ہوں جب سے ہوش سنبھالا ہے۔ امان کو ترس رہی ہوں۔ اچھا گھر میرا خواب ہے۔ نانی کے آبا جتنی دولت نہ ہوا اتنے عطا نہ ملیں مگر گھر نہ بچہ تو ہونا چاہیے۔ اب یہ گھر اس میں تو رہتے ہوئے شرم آتی ہے، کمروں کی حالت تو درست ہے مگر بیرونی دروازہ اور دیوار کیسی بد رنگ ہو رہی ہے، باہر سے دیکھو تو یہ بالکل کھنڈر معلوم ہوتا ہے۔“

ظفر اللہ صاحب نے گراہی بہت کم مانگا تھا۔ امی نے عنایت جانا اور آگئیں یہاں پر ویسے ظفر اللہ صاحب کو ایسے کھنڈر کا کرایہ مانگتے ہوئے شرم آنی چاہیے تھی، بھلا یہ انسانوں کے رہنے کے قابل ہے دو کمرے اور چھڑتے سینٹ کی دیواروں والا صحن جس کا فرش آدھا کچا ہے آدھے میں لڑائی پھوٹی اینٹوں کے ٹکڑے لگے ہوئے ہیں۔ صحن میں نیکو تو سنبھل کر چلنا پڑتا ہے ورنہ ٹھوکر کھا کر گر بھی سکتے ہیں۔ پتلی نہیں لگے کسی ایسے سے گھر میں رہنا نصیب بھی ہوگا یا نہیں۔ ہائے مالک بھئی ان حسرتوں کے ساتھ ہی دنیا سے ہٹا اٹھا لینا۔ تیرے یہاں کس چیز کی کمی ہے بس مجھے اچھا سا گھر اور آسودہ حال زندگی عطا فرما دے۔“

نانی اور امی سونے کے لیے برآمدے میں بستر لگا کر لیٹ چکی تھیں اور اس کے ذہن میں نانی کی سنائی کہانیاں چکر رہی تھیں۔ وہ کھلے کھلے آگن جن میں بوتے اور گلاب کے خوشبو لٹاتے بھول کھلتے تھے۔ بڑے بڑے سجے سجائے کمرے اور زیورات میں لدی قیمتی کپڑوں میں بلبوس ہنسی مسکراتی ادھر سے ادھر جاتی لڑکیاں۔

وہ صحن میں بیٹھی دور بہت دور کہیں گم تھی۔

پھر اسے نیند آگئی، وہ وہیں تخت پر لیٹی اور سو گئی۔ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ کچھ نامافوس سے شور سے آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا اور بجلی بڑے زور شور کے ساتھ چمک رہی تھی بارش بس شروع ہوا جاتی تھی۔ وہ برآمدے میں آکر امی کے برابر والے بستر پر لیٹ گئی۔

بادل کی گرج اور بجلی کی چمک نے نانی اور امی کو بھی بیدار کر دیا تھا۔ نانی اور زیادہ دونوں ہی کڑکٹی چمکی بچپنوں سے بہت ڈرتی تھیں اور موسم کے تیور انہیں بھانے جلتے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ ایسا طوفان کر دل ہم جالتے تھے انہیں یہ نگر بھی تھی کہیں کوئی دیوار نہ گر جائے۔ مگر خیریت ہی تھی۔

جمع موسم بہت خوشگوار تھا۔ دھوپ نہیں نکلی بادل چھانے ہوئے تھے اور ہواؤں میں مستی سی بھری تھی۔ نانی بہت خوش تھیں۔ امی سے کہہ دیا تھا آج میں کیا دیاں بناؤں گی، بازار سے بڑی گوشت لینے جاؤ تو بیچ یا دے لیتی آنا۔ زربا صحن میں کھڑی ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ اس کے چھوٹے سے گھر کے برابر میں کھڑی وہ بڑی سی عالیشان عمارت جس میں کئی درخت تھے اور سبز درختوں میں گھری وہ سفید عمارت جس پر سرسبز بادلوں کا سایہ تھا، کتنی دلکش دکھائی دے رہی تھی۔ لیکن بھی اچھے سادہ مزاج کے مالک ہیں اگر ان کے ہاں جایا جائے اور ان کے لان میں لگے پھولوں کو چھوا جائے تو ہرگز برا نہیں مانیں گے۔

”نانی جان! کیا خیال ہے۔ موسم بہت اچھا ہو رہا ہے۔ آج ہم ہمایوں کے ہاں نہ ہو آئیں؟“ خیال تو نیک ہے۔ میں کیڑے بدل کر بالوں میں گنگھا کر لوں پھر چلتے ہیں۔ نانی کو اپنے ہار سنگھار کی بڑی فکر رہتی تھی۔

”اماں! ابھی تو آپ کیا دیاں بنانے کی بات کر رہی تھیں۔ اب ہمایوں کے ہاں جا رہی ہیں۔“

سید سلیم چادر اڑھ کر بازار جانے کو تیار کھڑی تھیں۔

”کھڑی دو گھڑی پیچ کر واپس آجائیں گے، ہم نے کون سی داستان امیر مرزا شروع کرنا ہے وہاں جا کر“

امی بازار چلی گئیں۔ زربا نے منہ ہاتھ دھو کر بال بنائے مگر نانی کی تیاری مکمل ہونے میں نہیں آرہی تھی۔ آنکھوں میں سرمہ لگایا پھر دونوں بازوؤں میں سونے کے کڑے، ہاتھ میں انگوٹیاں، کانوں میں ہلکی سی جھلکی مگر انہیں لگتے شاید کی رہ گئی۔

”ابھی جی تیاری ناکمل ہے۔ چلیں ناں نانی جان! اب تو دیر ہو رہی ہے۔“

”دیر کا ہے کی صبح کے ساڑھے نو بج رہے ہیں۔“

”مگر آپ اتنی لمبی چوڑی تیاریوں میں کیوں لگ جاتی ہیں۔“

”یہ ضروری ہے زربا۔ بیٹی! آخر لوگوں کو یہ علم ہونا چاہیے کہ ہم شروع سے ہی حالات کے ستارے ہوتے ہرگز نہیں ہیں، کہیں ہم پر بھی بہت فضل رہا ہے۔ ہم طر لہے سیتے والی فیملی سے تعلق رکھتے ہیں اور کہیں آنے جانے ملنے ملانے کا ڈھنگ آتا ہے ہیں۔“

وہ بھی نانی کی بات کی قابل ہو گئی واقعی اگر نانی زیورات پہن کر ان کے ہاں جائیں گی تو زیادہ قدر ہو گی۔

دونوں جب اس سفید عمارت میں داخل ہوئیں تو یہاں وہاں ویرانی تھی لان بالکل سنسان تھا بڑے بڑے بڑدوق لوگ ہیں ایسے موسم میں بھی کمرے میں کھسے بیٹھے ہیں بنانے ناک چڑھا کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے تھما۔

گیٹ کھلا تھا، ہم بغیر بیل دیے اندر آگئے ٹھہرا خیال ہے کال بیل بجانی چاہیے تاکہ کوئی باہر آئے، وہ دوبارہ گیٹ کی طرف بڑھی۔ نانی بڑے شوق سے یہاں کھلے پیارے پیارے پھولوں کو دیکھنے لگیں۔ بیل کی آواز پر وہی شوخ سا لڑکا باہر آیا تھا۔ پہلے نگاہ نانی پر پڑی۔ اس نے سلام کیا اور بولا۔

”آپ شاید سلیم کی دادی ہیں اگر وہی ہیں تو سلیم سے کہہ دیجئے گا۔ اب بہت دن ہو گئے ناچے سے جو لٹس لے کر گئے تھے واپس کر دو۔ اتفاق سے وہ میں نے اپنے لیے تیار کیے تھے، اور ایک شکایت تھی اور بھی کرنا تھی آپ سے۔“

”السلام علیکم! زربا نے دھیرے سے کہا اس نے نانی سے نگاہ ہٹا کر اسے دیکھا اور بولا۔

”آئیے۔ میں۔ صبح سے آپ کا انتظار کر رہا تھا۔ ایسی بات پر نانی کی آنکھیں پھٹ سی گئیں اور منہ کھل گیا۔ ادھر زربا کا رنگ واضح طور پر بدلا اور چہرے پر گہرا سٹپ چھا گئی، ادھر وہ کہہ رہا تھا: اصل میں مجھے پوری امید تھی کہ ہمارے باذوق ہمسائے ایسی پیاری برسات کو منائے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔ وہ ضرور برسات کے اس حسین موسم کی مناسبت سے کوئی پکوان تیار کر رہے ہوں گے، بس میں انتظار میں ہی تھا مگر آپ تو خالی ہاتھ دکھائی دے رہی ہیں۔ اس کی وضاحت سے دونوں کی جان میں جان آئی۔

”یہ میری نانی ہیں۔ انہیں میں لے کر آئی ہوں۔“ اس نے تعارف کر دیا۔

”اچھا تو آپ کے ہاں برسات کے موسم میں پکوان کے بھائے نانی۔“

”کچھ کہتے کہتے خیال آیا۔ فقرہ ناکمل چھوڑا اور بات بدل کر بولنا، میں پہلے ہی سوچ رہا تھا ایسی معقول خاتون سلیم کی دادی ہو نہیں سکتیں۔“

”آئیے۔ آپ لوگ اندر آجائیں۔“

”اُس نے انہیں اسی بڑے سے کمرے میں لا بٹھایا جہاں کل لے کر آیا تھا مگر آج یہاں کوئی موجود نہیں تھا۔

”ہیٹا! تیار می والدہ کہاں ہیں انہیں بلواؤ۔“

”نانی! انہیں بلواتو توں مگر کافی ٹائم لگ جائے گا۔ آنے جانے میں۔ اصل میں ہمارے رشتے کے ایک دادا آتا اچانک صرف پچاس سال کی عمر عزیز پا کر اس دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔“

”صبح ہی صبح جب سب گھر والے خواب بخروش کے مزے لوٹ رہے تھے انہیں دادا کی ابدی نیند کی اطلاع ملی۔ لپک جھپک جھپکے تیسے سب تیار ہوئے اور افسوس کو چل پڑے۔ گھر میں صرف میں ہوں اور میں نے ابھی ناشتا بھی نہیں کیا کیونکہ مجھے صرف انڈا بنانا اور ٹوس گرم کرنا آتا ہے، اور مرنے کی بات آج گھر میں نہ اٹھے ہیں نہ ٹوس، میں کچھ سے خیالوں ہی خیالوں میں مزیدار پراٹھے کھا کر خود کو بھلارہا ہوں۔ اب یہ آپ کی تو اسی آئیں تو بیان نہیں کر سکتا کچھ کسی مسرت حاصل ہوئی تھی خیال

میرا خیال ہے، اب ہم چلتے ہیں پھر کسی روز
آئیں گے جب آپ کی بھوپا اور امی گھر پر ہوں گی۔
نیربانے نانی کو کچھ بتانے نہیں دیا۔
آپ کو کیسے پتا چلا کہ اس گھر میں میری بھوپا بھی
رہتی ہیں؟ اس نے آنکھیں پٹا کر حیرت کا اظہار
کیا۔
ہمیں جنید نے بتایا تھا۔ وہ بھی بڑا سچا ہوا
بچہ ہے، اور بڑا ہی نیک فطرت۔ بڑی مدد کی
اس نے میری۔
اچھا تو جنید کو بھی جانتی ہیں مگر کیسے؟ اس کی
بے چینی اور بھی بڑھی۔
نانی نے اسے تفصیل سے جنید کی اپنے ہاں
آمد کے بارے میں بتایا۔
اے تو اس کا مطلب ہے، جنید گھر تک ہوا یا
ہے۔ اب میری باری ہے۔ میں بھی چکر لگاؤں گا؟
"مزدور ضرور، تمہارا اپنا گھر ہے۔"
"اب ہم چلتے ہیں؟" زیبا آخر اٹھ کھڑی ہوئی۔
نانی نے بھی اپنی جین کی آف وائٹ چادر بنگال
یہ چادر وہ گزشتہ کئی برس سے استعمال کر رہی تھیں۔
پہلے اس کا رنگ سفید ہوتا تھا مگر یہ سفید رنگ
کب تک سفید رہتا۔ آخر نانی نے اسے آف وائٹ
کلر کر لیا۔
"اتنا اچھا ناشتہ بنانے کا بہت شکریہ اس
نے زیبا کو قائل کیا۔ وہ جواب میں کچھ نہیں بولی۔
جب دونوں گھر واپس آئیں تو نانی کو اس گھر
کی خواتین سے ملاقات نہ ہو سکنے کا بے حد افسوس
تھا۔
"یونہی حفاظت سے رکھا ہوا زبور نکالا اگر
علم ہوتا گھر پر نہیں ہیں تو کاش کہ کو اتنی تیاری کرتی۔
وہ آنا کہہ کر کچھ بے تبدیل کرنے چلی گئیں کہ یہ
جو سوٹ آج وہ پہن کر گئی تھیں۔ یہ بہت نرم ملائم
قیمتی لان کا تھا۔ اور وہ صرف کہیں خامس جگہوں پر
آنے جانے کے لیے ہی استعمال کرتی تھیں۔
زیبا اکیلی بیٹھی اس گھر کے بارے میں سوچنے
لگی، ہائے وہ کچن تھا، کیسا قیمتی سامان اور میں تو
جانتی ہی نہیں پتا نہیں کون کون سی بجلی کی مشینیں تھیں

ملتا؟
نئی کو لاکر نانی کے برابر والی کرسی پر بٹھا دیا۔
اور خود ناشتے کی طرف متوجہ ہوا۔
"ابا! کتنے دنوں کے بعد ایسا سفر کا ناشتا
کر رہا ہوں، آپ کا بہت شکریہ۔"
چائے بناؤں؟
"نہیں صبح سے بچانے کتنے کپ چائے کے
پی چکا ہوں۔ اب مزید نہیں پی سکتا۔"
"بیٹا! تم کیا کرتے ہو آجکل؟"
"نانی! میں ہر فن سولا ہوں۔ سب کچھ کرتا ہوں
اور آجکل ہی کیا میں تو شروع سے بیک وقت کئی
منصوبے شروع کرنے کا عادی ہوں۔ دیکھیے ناں
اس طرح ناکامی کے امکانات خاصے کم ہو جاتے
ہیں کہ آخر ایک آدمی منصوبہ تو یا پھر تکمیل تک پہنچ ہی جاتا
ہے، کیوں آپ کی کیا رائے ہے؟ اس نے خاموشی
سے بیٹی کو دیکھتی زیبا کو متوجہ کیا۔
وہ جواب دینے کے بجائے نانی کو دیکھنے لگی۔
کہ واقعی مجھ میں نہیں آیا تھا کیا کہنا چاہیے۔ اس کی
اس بات سے سراسر اختلاف تھا مگر یہ کہہ دینا بھی
کچھ مناسب نہیں تھا۔
نانی بھی خاموشی سے وائٹ کی بات سن رہی تھیں۔
وہ گلاس میں پانی اندر لینے لگا تو بولیں۔
"میرا مطلب تھا بیٹا! پڑھتے ہو یا کہیں ملازم
ہو؟"
"پڑھتا بھی ہوں، اگر اتنے سارے منصوبوں سے
ٹائم نکالنے تو ویسے میں حیرت انگیز حد تک ذہین
ہوں۔ ایک بار کتاب پر نظر دوڑا تو سب یاد ہی
جاتا ہے، اگر ذرا غمت کروں تو اگلے پچھلے سارے یاد
توڑ سکتا ہوں، مگر مجھے تو پھر پورے سخت نفرت ہے
آپ پر ممتی ہیں؟ اس نے زیبا سے پوچھا۔
اس سے پہلے کہ زیبا جواب دیتی۔ نانی بولیں۔
"ہاں بے چاری پر غم رہی ہے اور یہ اسی
کی بہت ہے ورنہ جس طرح کے حالات تھے اور
جتنی یہ نازک مزاج ہے، اس کا پریشانی کر لینا کمی
بھرنے سے کم نہیں۔"
کیسے حالات؟ اس نے پوری طرح دلچسپی لی۔

اس وقت ایک بڑا ہی اچھا خواب دیکھ رہا
تھا۔ کہہ دیا میرے جانے سے وہ زندہ توڑی
ہو جائیں گے۔ مجھے سو یاد رہے دیں آپ لوگ ہو کر
آئیں۔ ویسے بھی گھر میں کسی نہ کسی کو تو ٹھہرنا تھا۔"
نانی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ یہ سب مذاق
کے رنگ میں کہہ رہا ہے یا اس کے بات کرنے
کا انداز ہی ایسا ہے۔
"میں آپ کو اپنے بیٹی سے ملواتا ہوں۔ بڑا ہی
شریف اور مہنٹن مکے ہے۔ آپ اس سے مل کر بہت
خوش ہوں گی۔"
وہ اٹھ کر بیٹی کو لینے چلا گیا۔ اس کے جانے
کے توڑی دیر بعد زیبا ناشتا بنا کر سے آئی۔
"کہاں گئے؟ آپ اکیلی بیٹھی ہیں؟"
"کسی بیٹی کو لینے گیا ہے، کہتا ہے بڑا پیارا بچہ
ہے۔"
"وہ نہیں پڑی اور بول؟" وہ تو اس کی بکری کا
نام ہے۔"
"اچھا میں کبھی کوئی بچا بچھا ہوا۔ یہ لڑکا
مزاج کا اچھا ہے، مگر میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔
بائیں کچھ عجیب سی ہیں اس کی۔"
"نانی! ان کا گھر کتنا پیارا ہے، اور یہ صوفے
کتنے نرم نرم ہیں۔ بیٹھ جاؤ تو آٹھنے کو دل ہی نہیں
چاہتا۔"
نانی نے سرسری انداز میں نگاہ ادھر ادھر دوڑائی
اور ہلکے سے ہنکارا بھرا، پھر بولیں۔
"وہ بتا رہا تھا، گھر میں نہ تو آٹھنے ہیں نہ تو
تم نے ناشتا کیا بنایا ہے۔"
"ان کے فرج میں توڑا میسر پڑا تھا۔ آٹا بھی گوندھا
ہوا رکھا تھا۔ میسے والا پڑا تھا بنایا ہے اور ساتھ میں
دہی ہے۔"
"دہی میں کالی مرچ، نمک اور زیرہ ڈال لینا
تھا۔"
"جی نانی جان! ڈال لیا ہے۔"
"یہ دیکھیے یہ ہے بیٹی! آپ کے بارے میں
بتایا تو خوش ہو کر آپ سے ملنے کے لیے آ گیا ہے
ورنہ بڑے غمزے دکھاتا ہے۔ ہر کسی سے نہیں

ہوں گی مگر ہائے افسوس ایسے نفیب واسے بھی
کہاں ہیں ہم کہ جو آرزو کریں، وہ جھٹ سے پونڈی
ہو جائے۔"
"ہائے بچھے صبح سے جو کے بیٹھے ہو یہ ساتھ
تو ہمارا گھر تھا دروازہ کھٹکٹ دیتے۔ زیبا ہمیں
ناشتا بنا دیتی۔"
"کون زیبا؟"
"میرا نام زیبا ہے۔ اس نے دھیرے سے
یاد دلایا۔
"بہت شکریہ نانی جان! ایسے پُر غلوس لوگوں کے
لیے میرے دل میں خود بخود جگہ بن جاتی ہے میں آپ
کے اخلاق سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔"
"جاؤ بیٹی! باورچی خانے کا پوچھ لو اور جانی
کے لیے ناشتا بنا دو۔"
"کیا؟ آپ کے بھائی نے بھی ابھی تک ناشتا نہیں
کیا؟"
"میرا تو کوئی بھائی نہیں نانی آپ کے لیے
ناشتا بنانے کو کہہ رہی ہیں۔"
"میرا نام واقعی ہے، واقعی فرحان؟ اس نے
وضاحت کی۔
"کچن کس طرف ہے؟" نانی نے پھر اشارہ کیا
تو اسے اٹھنا پڑا اور نہ پرانے گھر میں جہاں معلوم
ہی نہیں کون ہی چیز کہاں رکھی ہے ناشتا بنانا اسے
خاصا مشکل لگ رہا تھا۔
اس نے اشارے سے بتا دیا اور خود نانی کے
سامنے دھکی کرسی پر بیٹھ گیا۔
"بیٹا! تمہارے دادا ہمارے تھے کیا؟"
"نہیں، ہمارا کہاں تھے۔ سنا ہے چچے بچے تھے
اچانک ہی غلام موت نے ان دو چاہائے ہائے
حسرت ان غیظوں پر ہے جو کچھ مر چکے۔"
"افسوس اور دکھ کا گہرا تاثر اس وقت اس لڑکے
کے چہرے پر دیکھا جاسکتا تھا۔
"رشتے کے دادا بتایا ہے نا تم نے؟"
"جی ہاں، وہ میری بہن کے شوہر کے بچے تھے۔
سسرال کا معاملہ تھا۔ اس لیے بھی سب سویرے ہی
سویرے چل پڑے۔ مجھے بھی جگایا تو بہت ہوا تھا مگر

وہاں پر ہر گز ایسی خوبصورت۔ فرج میں اتنا دھیر سا رہا پھل۔ کیسے خوش قسمت ہیں وہ لوگ۔ جن کے پاس اتنی دولت ہے۔ ایک ہم ہیں یہ لوٹا چھوٹا مکان ہے۔ اور وہ بھی اپنا نہیں۔ اگر یہ گھر اپنا ہوتا تو چلو آہستہ آہستہ مرمت ہی کر دیتے۔

”زیبا! تم کیا سوچ رہی ہو، چلو آؤ کیا ریاں بناتے ہیں؟“

”نانی! ان لوگوں کا کچن دیکھنے کے قابل ہے۔ اتنا قیمتی سامان رکھا ہوا تھا وہاں پر اور کھانے پینے کا سامان بھی بہت تھا۔ خاصے امیر لوگ ہیں وہ۔“

”ہیں ان کی امارت بھر بت سے کیا لیں دینا۔ مزاج کے اچھے ہوئے تو اچھے ہیں، ورنہ پھر میں تو نہ جاؤں گی ان کے گھر، ویسے اچھے ہی لگتے ہیں۔ گھر کی عورتیں اچھے اخلاق والی ہوں تب ہی بچوں کی تربیت بھی اچھی ہوتی ہے اور یہ دونوں ہی لڑکے اچھے اخلاق والے ہیں؟“

جس وقت لیسر بازار سے گھر واپس آئیں، یہ دونوں ایک بسی سی کیا رہی بنا چکی تھیں۔

”بڑی جلدی آگئیں آپ دونوں پڑوسیوں کے ہاں سے؟“

”وہ لوگ گھر پر ہی نہیں تھے۔ بس ایک لڑکا گھر میں موجود تھا ہم تو بڑی دیر بیٹھ کر واپس آ گئے۔“

”وہ سر ہلا کر کچن میں چل گئیں، اور لایا ہوا سودا سلف رکھنے لگیں۔“

بادل اب پہلے سے زیادہ گہرے ہو گئے تھے لگتا تھا ایک بار پھر زور کا تینہ بر سے گا۔

”پتا نہیں پڑوس کی عورتیں کب واپس آئیں۔ وہ لڑکا بے چارہ جو کا بیٹا سا رہے گا۔ دوپہر میں بھی جب امی گوشت کا سالہ بھون رہی تھیں تو نانی کو رو رہ کر واقعی کا خیال آ رہا تھا۔“

”نانی جان! آپ ایسا بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ان کے فرج میں دھروں دھیر چل رکھے ہونے لگے۔ دودھ بھی موجود تھا۔ بھوک لگنے کی تو کچھ بھی کھالے گا۔“

”اے لیسر! تم بازار گئی تھیں، موسم ایسا اچھا ہو رہا ہے۔ سوئی ہی لے آئیں۔ شام میں صلوہ بنالیتے۔“

اب اس عمر میں اگر نانی کی اور تو کوئی معرفت رہی نہ تھی۔ دھیان کھانے پینے کی طرف ہی رہتا تھا۔

”اماں! سوچی تو گھر میں موجود ہے مگر کچھ تو یہ بادل دیکھ کر فکر ہو رہی ہے۔ خستہ حال دیواریں ہیں گھر کی، ہمیں کوئی دیوار گر نہ پڑے۔ کچھ بھی بنانے اور کھانے کو جی نہیں چاہ رہا۔“

”چار دیواریں پر اتنی غور ہے مگر میں جائزہ لے چکی ہوں۔ چنانچہ اچھی کی گئی ہے بظاہر دیوار چھوٹی دکھائی دے رہی ہے، مگر اندر سے حالت اتنی بڑی نہیں ہے۔ یہ کوئی آج کا بنا ہوا مکان تو ہے نہیں کہ ایک سال بنانے کو ہوا اور ادھر زور کی آدھی چل ادھر دیوار بجھ رہی ہو گی۔ پرانی عمارت ہے اور خاصی مضبوط ہے تم اس طرف سے تو بے فکر رہو۔“

”امی! ہسائیوں کے گھر میں اتنے بڑے بڑے گلاب ہیں اور ان کے ہاں جاسن کا پیڑ بھی ہے، خوب موٹے موٹے جاسن لگے ہوئے تھے، اتنی تو فینک نہیں ہوتی کہ ایک پلیٹ جاسن ہی ادھر بیچ دیں۔ ہم نے کل بھوسے سمجھ آج میں نے ناشتا بنا کر دیا۔ یہ امیر لوگوں کے دل بڑے توڑے ہوتے ہیں، یہ ہم جیسے ہی ہیں جو ہر کسی کے کام آئے کو تیار رہتے ہیں، ویسے امی اگر ہم امیر بھی ہو جائیں تب بھی ہمارے دل تو سخی ہی رہیں گے۔ ہم تو کسی سے برائی کر ہی نہیں سکتے۔“

”تم آؤ گھر کے کچے الماری میں رکھ لوکل میں نے دھوئے تھے آج بھی کر کسی پر اس طرح پڑے ہیں؟“

وہ سستی سے اٹھ کر اندر آ گئی۔ کچے تہہ کرتے ہوئے بھی یہ سوچتی رہی۔ اگر خدا لکھے دولت دے گا تو میں اس طرح امراؤں کی نہیں جو مستحق ہوگا اس کی مدد کروں گی اور بہت اچھا سا گھر بناؤں گی۔“

کام سے فارغ ہو کر وہ بستر پر آ لیٹی اور اسی بارے میں سوچتی رہی یہ اس کا خوب مشغلہ تھا۔ خیالوں ہی خیالوں میں وہ خود کو ایک امیر کبیر لڑکی کے روپ میں دیکھا کرتی تھی جس کے پاس قیمتی کپڑوں اور جیولری کا ڈھیر تھا۔ جس کا گھر بہت خوبصورت

تھا۔ اور وہ لڑکی جب بازار جاتی تھی تو ڈھیروں شاپنگ کیا کرتی تھی۔ یہی خواب جاگتی آنکھوں سے دیکھتی وہ نیند کی وادی میں اتر گئی۔

شام کو امی نے اسے جگایا تھا، وہ جاگنے کے باوجود آنکھیں میس سستی کر رہی تھی۔

”اب اٹھ جی جاؤ۔ پڑوس سے ایک لڑکی اور دو عورتیں آئی ہیں۔“

تب وہ ایک دم سے جاگ گئی بالوں کی جوتی دوبارہ بنائی تو خاصا ٹامنگ جاتا۔ بس اوپر سے برقع پھیرا مینہ دھویا اور نانی کے کمرے میں چلی آئی جہاں جہان بیٹھی تھیں۔ دونوں خواتین سے تو وہ مل چکی تھی۔ اب لڑکی سے ملاقات ہوئی اور پتا چلا یہ فرج ہے۔ ہم اسے فری کہتے ہیں۔“

نانی امی اور دونوں خواتین باتیں کرنے لگیں وہ اور فرج خاموش بیٹھیں بس ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا رہی تھیں۔

”لڑکیو! کچھ بات کرو، فری ویسے تو تمہیں بڑا شوق تھا کہ مہادی کوئی دوست تمہارے گھر کے قریب بھی رہتی ہو اور اب کیسے منہ میں گھنٹیاں ڈال کر بیٹھ گئی ہو؟“

”وہ اصل میں ہم آپ لوگوں کی باتیں سن رہے تھے۔“

”کیا بتاؤں خالہ بی! ہم یہاں کتنا بور ہوتے رہے ہیں۔ آپ کو تو علم ہی ہے اس جگہ پر آبادی کوئی خاص نہیں یہاں سے انھوں نے دور آبادی ہے مگر وہاں کے لوگ ان پڑھ اور مزہ دور متہم کے ہیں۔ یہاں جو چند ایک گھر ہیں۔ ان میں فیملی نام کی کوئی چیز نہیں ہے ادھر ایک ملک صاحب ہیں وہ ایک ملازم کے ساتھ اتنے بڑے گھر میں اکیلے رہتے ہیں۔ اور سامنے والے گھر میں جو میاں بیوی رہتے ہیں ان سے تو اللہ بچائے، دونوں بہ وقت سرچیں چاہتے رکھتے ہیں۔ پھر اس سے آگے جو دو مکان ہیں وہ کسی نے کرائے پر لے کر وہاں پلاسٹک کی بوتلیں بنانے کی مشینیں لگا رکھی ہیں۔ ہم تو ہمیں بالکل دیر لسنے میں ہی بیٹھے تھے آپ کے آنے سے بڑی فوری

نے بتایا۔ نانی بولیں۔

جوتی ہے کل جنید آپ کے ہاں سے ہو کر گیا تو آپ کی بڑی تقریف کر رہا تھا کہ رہا تھا، بہت نیک اور اچھے مزاج کی نانی اماں ہیں پھر آج واقعی نے بتایا کہ آپ لوگ ہم سے ملنے آئی تھیں۔ اور کل جو نموت سے بیٹھے تھے ان کا بھی واقعی نے آج بتایا۔ میں نے تو خوب ڈانٹا کہ چاراحتہ رکھا ہی نہیں خود ہی سب کھا گیا۔“

”بچتے ایسی شہزادہ تو کرتے ہیں؟ امی نے کہا تو واقعی کی امی بولیں۔“

”وہ صرف شہزادہ ہی کرتا ہے اور کچھ نہیں آتا اسے، اب صبح آپ لوگ آئیں، بجائے اس کے کہ وہ مہانوں کی خاطر مدارت کرتا اٹا ہی سے ناشتا بنا کر کھایا اس نے، بہت ڈانٹا ہے میں نے اس کو۔“

”کوئی بات نہیں، اپنا ہی بچہ ہے۔ اسے بھوک لگ رہی تھی ناشتا بنا دیا تو کیا ہوا؟“

”مگر خالہ بی! اس نے مہانوں کو پانی تک نہیں پوچھا۔ سچ ہم تو سخت شرمندہ ہیں آپ سے۔“

”بیٹی! عمر منگ کا ہے کی، لڑکے ایسے ہی ابا بال ہوتے ہیں، جھلا نہیں مہان داری کا کیا علم؟“

فری نے یہاں سے اس کی تعلیم سمجھ کر دھڑکے بارے میں پوچھنے لگی پھر بات پسندنا پسند تک پہنچی۔ جھلا اس کا اور فری کا کیا مقابلہ شوقی تو دونوں کو شاپنگ کا تمام گزریا کے پاس اتنے پیسے کہاں ہوتے تھے کہ وہ یہ شوقی پورا بھی کر سکے جبکہ فری اسے بتا رہی تھی۔ فلاں مادیٹ میں کپڑا اچھا ملتا ہے جیولری میں وہاں سے خریدتی ہوں۔ کاسٹیکس یہاں سے، زیمالیں خاموشی سے سنتی رہی۔

”میرا ٹیکل بہت اچھا ہے۔ میں ریڈی میڈ خریدنے کے بجائے ڈیزائن بنا کر سلوائیتی ہوں۔ اپنا خریدنا ہوا کپڑا ایک تو پائیدار ہوتا ہے، اور پھر مجھے خود سے کپڑا خریدنے اور چھ سلوانے میں فراہمی بہت آتا ہے۔ تم کپڑے کہاں سے سلواتی ہو؟“

آخر وہ سوال آ ہی گیا جس سے زیمرا قہقہہ ہو رہی تھی۔

”بیٹا! ہم تو کپڑے گھر پر ہی سی لیتے ہیں؟ امی نے بتایا۔ نانی بولیں۔“

”نیر کو تو بڑا شوق تھا سلائی بنانی کا جبکہ زیریا کو تو ہم نے زبردستی ہی سکھائی ہے، اور سلائی کرکھانی بھی پس اس نے اس لیے سیکھ لی کہ اپنے کپڑے اچھے ڈیزائن کے بناسکے۔“

”اچھا تو آپ خود ہی لیتے ہیں دکھائی کوئی سوٹ؟“

فری بڑے شوق سے کہہ رہی تھی۔ ”شکر تھا ابھی پچھلے دنوں اس نے ایک نیا سوٹ بنایا تھا۔ فان کلر پر بلیک اور میرون کرکھانی کی تھی۔ سلائی اتنی صاف، کٹنگ ٹنگ شاندار اور سب سے بڑھ کر ایمپرائیڈ ٹینوں دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ فری از حد متاثر دکھائی دینے لگی۔

”کیا آپ یہ ڈیزائن مجھے دیں گے؟ وہ لجاہت سے کہہ رہی تھی۔“

”جی کیوں نہیں؟“ اس نے فراخ دل دکھائی۔

”ایسا اچھا تو میرا سلیور بھی نہیں سیتا۔“

”فری بٹا بٹم آجکل فارغ ہی ہو موقوف سے فائدہ اٹھاؤ اور زیریا سے کچھ سیکھ لو، یہ بڑی گتوں والی بچی ہے۔“

فری کی والدہ نامہ بیگم اسے بھاری تھیں، مگر فری اچھی خامی کام چور واقع ہوئی تھی اور پھر جب خدا نے اتنا دیا تھا کہ وہ اپنی پسند کی چیز چند پیسے خرچ کر کے خرید سکتی تھی تو پھر انہی محنت اور جانفشانی کی کیا ضرورت تھی۔

”اگر کچھ سلوانا ہو تو زیریا کو دے دینا یہ سلائی کر دے گی۔“

نانی کی اس پیشکش پر فری نے بے یقینی سے زیریا کی طرف دیکھا۔ اس نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلکا دیا اور بولی۔

”نچے جھلا گھر میں کلام ہی کیا ہوتا ہے۔ کھانا پکانا اور صفائی کرنا گھر کی بس اس کے بعد میں فارغ ہی ہوتی ہوں آپ جب چاہیں مجھ سے سوٹ سلائی کروالیں۔“

”ٹھیک ہے پھر میں بانار جاؤں گی، اور اسی کلاک سوٹ لے کر آؤں گی بالکل ایسا ہی سی کر دینا۔“

”دیکھو کیسی اچھی بیٹی ہے۔ کتنی گتوں والی ہے۔ گھر کے سارے کام بھی کرتی ہے۔ اور سلائی کرکھانی بھی خود کرتی ہے۔ ایک تم ہو سارا دن فارغ بیٹھی رہتی ہو اور

پھر بھی کوئی کام کچھ تو جواب ہوتا ہے میرے پاس وقت نہیں ہے؟ اس کی امی یہیں بیٹھی اسے ڈانٹنے لگیں مگر فری اچھی خامی لا پر وا کر لی تھی۔ اس ڈانٹ ڈپٹ کا نہ تو برا مانا اور نہ ہی کوئی اثر لیا۔

پھر وہ لوگ جانے کی اجازت لے کر اور انہیں اپنے ہاں آنے کی دعوت دے کر چلی گئیں۔

”کیسے اچھے ہمسائے ملے ہیں ہیں؟ امی بہت خوش تھیں، اور ان لوگوں کے سادہ مزاج کی تعریف کر رہی تھیں۔“

نانی بھی تعریف کرتی رہیں، جبکہ زیریا خاموش بیٹھی تھی وہ کچھ اداس سی چور رہی تھی۔ پتا نہیں کچھ لوگ اتنے نیر اور کچھ اتنے غریب کیوں ہوتے ہیں۔

فری نے گتے خوبصورت ٹاپس پہن رکھے تھے۔

نگ اتنا چمکدار کہ روشنی اس کے چہرے پر بڑتی تھی اور نیل بالٹن کا کلاہ بھی بڑا خوبصورت تھا ہوگی کسی ہنگامی سی کمپنی کی میرے حصے میں تو یہی ایک میڈورا آتی ہے، اور اس میں چند ایک کلاہ ہی مجھے پسند ہیں بس بار بار وہی استعمال کیے جاؤں اور فری نے سینڈل بھی کیسی اچھی پہن رکھی تھی حالانکہ اس کا رنگ اتنا صاف نہیں مگر وہ سینڈل اس کے پاؤں میں بہت اچھی لگ رہی تھی۔

”زیریا! تم کیا سوچنے بیٹھ گئیں؟ امی کسی کام سے باہر نکلیں تو نانی کی توجہ اس کی طرف ہوتی۔ وہ گھر ہی سی سانس کھینچ کر بولی۔

”نانی جان! بس میں ایسی ہی الٹی سیدھی سوچ میں اُلجھی ہوئی تھی۔“

”ناں، پھر بھی پتا تو چلے اتنی اداس اور خاموش کیوں دکھائی دے رہی ہو؟“

”نانی جان! یہ کیسی نا انصافی ہے دنیا میں۔ کوئی اتنا امیر اور کوئی اتنا غریب، میں ایک ایک چیز کو ترسی ہوں۔ مجھے کتنا شوق ہے کہ اچھے کپڑوں اور خوبصورت جیوٹری کاٹنگ میرے پاس آتے پیسے ہی کب ہوتے ہیں۔ میں تو بس یہ سب خواب میں ہی دیکھ سکتی ہوں۔ اچھا سا خوبصورت گھر جس میں قیمتی فرنیچر ہو ایسا کہ دیکھنے والے متاثر ہونے لگیں، ہمارے یہ سب ہماری قسمت میں کہاں نانی مجھے

تو آپ پر بھی رشک آتا ہے کہ آپ نے جوانی بہت اچھے ماحول میں گزار دی ہے آپ کو کسی چیز کے لیے ترسنا نہیں پڑا آپ نے جو چاہا حاصل کر لیا۔ زندگی تو یہی ہے۔

”زیبا ہم نے پہلے تو کبھی ایسی بات نہیں کی۔ نانی شدید حیرت کے عالم میں تھیں۔ وہ جپ رہی اور سر جھکا کر اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگی۔ نانی کے چہرے پر دکھ اور غم کے سائے پھیل گئے۔

”زیبا! کیا ہوا کچھ تو بولو کیا ہوا ہے تمہیں؟“

”بس نانی! یہ میری خواہش ہے۔ مجھے بڑے بڑے خوبصورت گھر اچھے لگتے ہیں۔“

اس کی خواہش جان کر نانی کچھ خاموش سی ہو گئیں۔ ان کے چہرے پر غم اور آنکھوں میں اک سوچ بچی۔

”نمازیں نانی سجدے تو پہلے بھی طویل کرتی تھیں مگر آج جب انہوں نے نماز پڑھی تو سجدے پہلے سے بھی طویل ہو گئے اور آنسو آنکھوں سے اک ٹوٹاڑے سے بہتے رہے۔“

فری دوسرے روز ہی بازار جا کر کپڑا خرید لائی تھی۔ دیکھو ہے نا وہی کلمہ۔

”ہاں کلمہ تو وہی ہے۔“ زیبا نے کپڑے پر ہاتھ پھیر کر اس کی ملائیت پر غور کیا۔ یہ کپڑا اس کے سوٹ کے مقابلے میں کہیں زیادہ قیمت کا آیا ہو گا۔

”ہیں آج ہی اس پر ٹیس کر کے کرطھان شروع کر دوں گی، کرطھان میں کافی دیر لگتی ہے۔ اس لیے سوٹ کو کچھ دن انتظار کرنا پڑے گا۔“

”یہ آپ جناب کیا ہو رہی ہیں اب ہم اچھی دوست ہیں۔ جس ان تعلقات میں نہیں پڑنا چاہیے اور مجھے کچھ ایسی جلدی بھی نہیں ہے۔ تم آرام سے سوٹ تیار کر لیتا۔“

”وامن! کہہ رہا تھا ہم مان کی سالگرہ منائیں گے تو میں سوچ رہی ہوں۔ یہ سوٹ اس کی سالگرہ پر پہنوں، تم بھی ایسا ہی پہنا، اچھا لگے گا دونوں کا ایک جیسا۔“

”مانی کون ہے؟“ اس نے پوچھا۔

”مانی ہمارا بھائی ہے۔“ نائلہ باقی کا بیٹا۔ نائلہ باقی وامن کی بڑی بہن ہیں، یعنی میری ماموں زاد بہن۔ ہم لوگ فیمل آباد ہیں رہا کرتے تھے تب بھی میرے پیارے ملک سے باہر تھے پھر جنید بھائی نے ادھر لاہور میں ایڈمیشن لے لیا تو ہم بھی ادھر ماموں کے پاس آ گئے۔ نائلہ باقی اپنے گھر کی ہیں۔ کبھی کبھار ہی آتی ہیں۔ گھر میں میری تو کوئی ہم عمر نہیں مگر پھر بھی اچھے رہنے میں مزا آتا ہے۔ یہاں گھر میں وامن اور نونو لگانے رکھتا ہے۔ جنید بھائی خاموش طبیعت کے مالک ہیں۔ بدصوم سے ہیں۔ وامن کے ساتھ ان کی کافی دوستی ہے حالانکہ دونوں کا مزاج ایک دوسرے کے کافی مختلف ہے۔ زیبا تم آؤ ناں کسی روز ہمارے گھر؟“

”ہاں میں امی اور نانی کے ساتھ آؤں گی۔ وہ دونوں پر غرام تو بنا رہی ہیں۔ دیکھیں کب تک تم لوگوں کے گھر آتی ہیں۔“

”یہ ساتھ تو گھر ہے ہمارا۔ تم اکیلی بھی تو آ سکتی ہو۔ کوئی اچھی سی سووی دیکھیں گے۔ میں تمہیں اپنی جیولری اور کیشیں دکھاؤں گی۔“

فری کو گھر میں کوئی کام تو ہوتا نہیں تھا اور باتیں کرنے کو اسے کوئی دوست چاہیے تھا اس لیے وہ آتی تو واپس جانا جیسے بھول ہی جاتی۔ زیبا بچپن میں کام کر رہی ہے تو وہ بچپن کے دروازے کے سامنے برآمدے میں کرسی رکھے بیٹھی ہے اور دنیا جہان کے قصے چل رہے ہیں۔ وہ کسی کام سے کرنے میں آتی ہے تو بھی فری ہی سمجھتی ہے۔

”چلو زیبا! کوئی دوست تو ملے بے چاری سارا دن خاموشی سے ادھر ادھر کے کام بٹاتی پھر کرتی تھی۔ امی فری کی آمد سے خوش تھیں۔“

جیکہ نالی کل سے کچھ خاموش سی تھیں، اب جو فری ان کے ہاں آئی تھی تو انہوں نے فری اور پھر امی زیبا کو بغور دیکھا تھا۔ فری عام سی شکل و صورت کی مالک لاہور کی تھی جس نے نفیس لان کا سوٹ پہن رکھا تھا۔ اور گلے میں سونے کی خوبصورت چین تھی۔

جیکہ اس کے مقابلے میں ان کی زربا کسی بیاری صورت کی مالک تھی عام سے کپڑوں میں جی اس کا نوپ جیسے دھکتا تھا۔ اس کے بچے اور چال میں ایک بھڑاؤ کی سی کیفیت تھی، اور وہ بہت سیلے سے بات کرنے کی عادی تھی۔

”خدا یا میری بی! کانیب! اچھا کرنا اسے زندگی میں کسی چیز کی کمی نہ آئے دینا۔“

دونوں لڑکیاں بچن میں تھیں۔ جب نانی نے زیبا سے کہا۔

”ہم جب ان کے ہاں جاؤں گے تو یاد سے فرح کی امی سے پوچھنا اس لڑکی کا رشتہ کہیں ملے ہو چکا ہے یا نہیں۔“

”کیوں امی! آپ بھلا اتنی دلچسپی کیوں لے رہی ہیں کوئی لڑکا ہے نظر میں؟“ نانی نے ان کی بات سن کر مزاح کے رنگ میں بولی تھیں۔

ان کی بات جیسے نانی نے سنی ہی نہیں خود کلائی کے انداز میں بولیں۔

”اگر ملے ہو گیا ہے یا نہیں بھی ہوا تو مجھے کیا فرق پڑتا ہے، ویسے بھی لڑکے تو دو ہیں ان کے گھر میں اور جنید تو فرح کا بھائی جوتل ہے۔ پھر ان کے چہرے پر اطمینان سا چھلکنے لگا۔“

فرح نے دوپہر کو کھانا بھی ان کی طرف کھایا اور بھبھ جانے کا ارادہ کر ہی رہی تھی تو وامن آگیا۔ دروازہ امی نے کھولا، نانی اس وقت برآمدے میں بیٹھی تھیں، دروازے پر کھڑے وامن کو دیکھا تو لپک کر گئیں اور اسے اندر لے آئیں۔

”نانی! میں تو فری کو لیتے آیا تھا۔ اسے یہ یاد دلانا تھا کہ اس کا گھر یہ نہیں بلکہ ساتھ والا ہے۔“

”کیوں کوئی کام تھا فرح سے؟“ نانی نے اس کے چہرے کو جانچنے والی نظر میں رکھ کر سوال کیا۔

”اس نمی لڑکی سے بھلا کیا کام ہو سکتا ہے۔ اسے تو بندہ کچھ کہہ کر پھٹاتا ہے۔“

انہیں قدر سے اطمینان ہوا۔ سر ہلا کر بولیں۔

”بیٹو! اب آئے ہو تو کچھ شربت چلے دیکھو۔“

”اگر ہی جانا۔“

”کیوں نہیں نانی یہ تو مہمان کا حق ہو تا ہے۔“ وہ بھی جھپٹ بیٹھ گیا۔

نانی زربا کو آواز دیں دینے لگیں۔ وہ اپنے دھیان میں کمرے میں سے لنگی، یوں کہ دوپٹے میں تھا اور پسروں میں چپٹل بھی نہیں تھی۔ پھر جو بی نگاہ اس پر پڑی جھجک کر رک گئی اور دوپٹہ درست کرنے لگی۔ وامن اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور نگاہوں کی پیش زربا کے ہاتھ پاؤں پھلا رہی تھی۔

”کیا ہوئے بیٹا؟ چلے یا شربت؟ شربت فالے کا ہے۔ ہم نے گھر میں تیار کیا ہے، بہت ذائقہ دار ہے۔“

”چلیں پھر آج شربت ہی پی لیتا ہوں۔ جب اگلی مرتبہ آؤں گا تب چلے پلاؤ گے گا۔“

”کیوں نہیں بچے۔ تمہارا اپنا گھر ہے۔ تم تم آؤ نا۔“

”ہاں وامن! تم کب آئے؟“ فری نے کمرے کے دروازے سے جھانکا اور اس کی یہاں آمد پر شدید حیرت کا اظہار کرتے ہوئے دریافت کیا۔

”میں تمہیں سامنے شہر میں تلاش کرنے کے بعد آخر کار یہاں پہنچا ہوں۔“ جتاؤ، کچھ یاد بھی ہے کہ تمہارا ایک گھر بھی ہے۔ جہاں تمہاری امی، نانی اور ایک عدد بھتیجی رہتا ہے۔“

”بھتیجی کس کو کہا؟“ جنید بھائی کو اچھا میں جانتے ہی تمہاری شکایت لگاؤں گی۔“

”لگا دینا شکایت۔ میں بھی بتا دوں گا کہ پیارے کہا ہے۔“

پھر اس نے ان تینوں پر نگاہ ڈالی۔

”تینوں ہی یہاں موجود ہیں۔ شربت کون بنائے گا۔“

”زیبا! جاؤ جلدی سے بنا کر لاؤ۔ بچے کو پیاس لگ رہی ہے۔“

”بچہ پیاسا نہیں بھوکا ہے۔“ فری نے جھٹ سے کہا۔

”ادھم جو صبح سے یہاں آئی بیٹھی ہو۔ بتا نہیں ان کا بھٹ کتنا ڈسٹرب ہوا ہو گا آج۔“

”ہیں یہ تو بڑی پیاری بیٹی ہے۔“ زربا نے فری کو

کے مقدور میں جہاں اور چاہا ہی لکھا ہے۔ یہ انصاف تو نہیں ہے۔
 جتنی دیر یہ لوگ بیٹھے رہے وہ خاموش اپنی سوچ میں لگے بیٹھی رہی پھر واقعی فرج کو ملے کر چلا گیا تو نانی بولیں۔
 لڑکیوں میں طریقہ سلیقہ مزور ہونا چاہیے۔ گھر میں چاہیے کہ بھی ملازم ہوں اگر مالک تو قہر زدہ تو گھر سے نکلے دکھائی دیتے ہیں۔
 ابھی تو آپ کہہ رہی تھیں فرج کو کام کاج سیکھنے کی بجلا کیا ضرورت ہے؟ امی نے کچھ حیرت کے انداز میں انہیں یاد دلایا۔

انہوں نے سن کر بھی ان سنی کر دی اور بولیں۔
 یہ برتن کچن میں رکھ آؤ۔ برسات کا موسم ہے۔ مکھیاں بھی بہت شور مچاتی ہیں۔ دھوکہ خشک کر کے رکھو تو بہتر ہے۔
 نسیم برتن اٹھا لے گئیں تو زربا سے بولیں۔
 میری بچی! میں دیکھ رہی ہوں تم بولتے ہو کہ ایک سے چپ ہو گئی ہو۔ خیر تو ہے۔ طبیعت تو ٹھیک ہے۔ کہیں سر میں درد تو نہیں ہو گیا؟ وہ بچی فرج بولتی تھی تو بہت ہے۔

نہیں نانی! وہ تو بہت اچھی لڑکی ہے۔ میں تو آپ کی کہی بات کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔ یہ کیسا چلن ہے دنیا کا۔ امیر کی بیٹی بیاہ کر بھی امیر کے گھر میں جاتی ہے اور غریب کی بیٹی لاکھ خدیووں کی مالک ہو پھر بھی اس کے نصیب میں ایک جھوٹے کے بعد دوسرا جھوٹا ہی لکھا ہوتا ہے۔ وہ عکسوں کے خواب تو دیکھ سکتی ہے مگر رانی بن نہیں سکتی؟
 نانی نے اس کے دکھ اور حسرت کو دل سے محسوس کیا۔ فرار دیر کی خاموشی کے بعد بولیں۔

یہ کچھ ایسا ضروری بھی نہیں۔ کوشش سے نظام کو بدل جا سکتا ہے۔ بس ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔ اور نہ ہی جی چھوٹا کرنا چاہیے۔ تم ایسی باتیں سوچ سوچ کر اپنا دل خراب نہ کرو۔ سارے کھیل صنعت کے ہوتے ہیں۔ اب مجھے ہی دیکھو۔ میرے بھائی کی بڑی جائیداد کے مالک تھے مگر بیاہ کر میں درمیانے درجے کے زمینداروں کے ہاں آئی تھی جہاں کا ماحول میرے

بہت دوستی ہو گئی ہے اس کی؟ نسیم فرج کو بہت پار سے دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ جبکہ نانی واثق کو بتلے لگیں کہ زربا کھانے کے علاوہ سلائی کرکھائی میں بھی پوری مہارت رکھتی ہے اور فرج کا سوٹ بھی وہی رہی ہے۔
 فرج! جہیں شرم نہیں آتی ایک تو وہ گھر کا کام سنبھالتی ہے اور تم نے اسے اپنے کپڑے بھی پہنے کیے دے دیے ہیں۔
 تم کہیں بھٹے ہو۔ ہم تو سہیلیاں بن گئی ہیں میرے زربا میرا کام کر رہی ہے ایسے ہی میں بھی اُس کا کوئی کام کر دوں گی۔

تم صرف کام خراب کر سکتی ہو۔
 ایسے ہی خواہ مخواہ فرج نے نانا اٹھکی دکھائی اور واثق نانی کو اس کے چھوٹے چھوٹے قفسے سنانے لگا جنہیں سن کر نانی کا دل بارح بارح ہر گناہ سے مدلسلی ہوئی کہ واثق کو اس لڑکی میں کوئی خرابی دکھائی نہیں دیتی اور برائیاں بے شمار یاد رکھے ہوئے ہیں۔

زربا حیرت لے کر آگئی۔ واثق نے دیکھا اور بہت تعریف کی۔ نانی نے واثق سے کہا۔
 "بیٹا! تمہارا پنا گھر ہے۔ آتے جاتے رہا کرو۔" "جی ضرور کیوں نہیں؟"

ہاں نانی جان جہاں کھانے پینے کو اچھی چیزیں مل رہی ہوں وہاں تو واثق مجھے ضرور جایش گئے؟
 فری نے جل کر کہا۔
 جواب میں وہ پوری طرح اتفاق کرتے ہوئے بولا۔

واقعی اس گھر میں سلیقہ بہت ہے۔ کھانا بھی اچھا بنتا ہے۔ صفائی سہرائی بھی دیکھو کتنی اچھی کی گئی ہے؟
 پھر نسیم سے بولا۔ "آئی! کچھ روز کے لیے فری کو اپنے ہاں رکھ لیں اور ٹریننگ دیں۔"
 فرج بیٹی کو کیا ضرورت ہے گھر کے کام کاج کرنے کی بڑے گھر کی بیٹی ہے۔ بیاہ کر بھی بڑے گھر میں جلتے گی۔

نانی کی اس بات پر فری واثق کو چلنے کے انداز میں سکھادی جبکہ زربا کو دھوکا سا لگا تھا۔ کیا بڑے گھر کی بیٹیاں ہی بیاہ کر بڑے گھروں میں جاسکتی ہیں۔ ہم جیسا

ایکے کے گھر کے ماحول کے مقابلے میں بے حد اذیت و غریب سا محسوس کر رہی تھیں صبر شکر کر کے وہ وقت کاٹ ہی لیا اور اب تو وہ درمیانے درجے کا زمیندار بھی پاس نہیں۔
 انہیں یہ سب اس لیے بتا رہی ہوں کہ اس بات کو سمجھو۔ وقت ایک سا نہیں رہتا۔ حالات بدلتے دیر نہیں لگتی۔ بس تدبیر ساتھ ساتھ ہونی چاہیے۔ انہیں اچھے گھر میں بیاہنا میرا بھی خواب ہے۔
 نسیم برتن الماری میں لگا کر واپس آئیں تو نانی نے بات بدل دی اور موسم پر تبصرہ کرنے لگیں۔

چند روز کے بعد یہ تینوں فرج کی طرف گئیں۔ آج تو گھر کے سبھی افراد گھر بکھڑے۔ دونوں خواتین اور فری بڑے تپاک سے ملیں۔ نسیم تو کم گریٹھیں۔ نانی البتہ باتوں کی خواتین تھیں۔ آج بھی زربا نے کہیں کہیں گریٹھیں جبکہ اس کے مقابلے میں نسیم بالکل سادہ تھیں۔

آپ کی چند یوں کا ڈیزائن بہت خوبصورت ہے خالہ! قری کی امی نے ان کے بازو میں پڑی چھوٹے کی چوڑیوں کی تعریف کی۔ نانی کھل اٹھیں اور انہیں ہانے لگیں کہ یہ چوڑیاں مجھے میرے آٹا سے بنا کر دی تھیں۔ تب سونا خالص اور سستا تھا مگر خیر ستم صرف ان لوگوں کے لیے تھا جن کے پاس پیسہ تھا اور میرے اما تر شہر کے رئیسوں میں شمار ہوتے تھے۔ پھر نانی نے انہیں اپنے آبا کی امارت اور دولت کے کئی قصے سنائے۔ ان کا انداز ایسا دلکش اور سادہ ہوتا تھا کہ غصے والے کو برا نہیں لگتا تھا۔ وہ دونوں بڑی ہی دلچسپی سے سن رہی تھیں۔ زربا، فری کے ساتھ باہر آگئی اور ملاقات واثق سے ہو گئی جو اپنے بیٹی کو گود میں اٹھائے ہلکے سروں میں گنگنا رہا تھا۔

یہ واثق شروع سے ہی کچھ کرکٹ ہے مجھے یاد ہے جب ہم بچپن میں ان کے گھر آیا کرتے تھے تب اس نے ایک مرغی پالی تھی اور سارا دن اُس کی ناز و نوازی میں گزارا کرتا تھا اب یہ مصیبت بکری کا بچہ پتا نہیں کہاں سے ملا ہے؟

"خبردار جو میری یا بیٹی کی شان میں گستاخی کی ورنہ یہاں کے سامنے تمہاری بہت زیادہ عزت افزائی ہو جائے گی۔"

یہ جو صفائی ستھرائی کا وعدہ کرتا رہتا ہے ناں کبھی
 تم اس کا کمر اڑھکنا۔ ایسا گند بجا رکھا ہے کہ وہاں کھڑے
 ہونے کوئی نہیں جاتا۔ آؤ جہیں ایک جھلک دکھاؤں
 فرج نے کہنے کے ساتھ ہی قدم بڑھائے۔ زربلے
 تعلیم کی تو وہ بولا۔
 "میرا لڑکی کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ نا محرم کے کمرے
 میں جھانکتی پھرے؟"
 اور زربلے کے بڑھتے قدم ٹک گئے۔ وہ فرج سے
 بولی۔
 "تمہارا کمر کون سا ہے۔ آؤ وہاں چل کر بیٹھتے ہیں۔
 فری اثبات میں سر ہلا کر اسے اپنے کمرے میں لے گئی۔
 "سنو فرج! یہاں کی خاطر تواضع کے لیے کچھ منگو آؤ تو مجھے
 بھی دے جانا۔ صبح سے منہ کچھ پھیکا سا ہو رہا ہے۔"
 "اُمی اور عثمائی ہاں میں۔ یہی ہیں۔ ان سے پوچھ لو کیا
 منگو آنا ہے اور جا کے آؤ۔"
 "اب اتنی دھوپ میں میں بھلا کہاں جاؤں گا۔ تم گھر
 میں ہی کچھ بنا لو۔"
 کام چھوڑ ہو پورے اور باتیں دوسروں کو بناتے
 اور۔ اب۔ جو بھی پتے لگا نہیں بالکل نہیں ملے گا۔"
 "ہونہر یہاں منتا کیا ہے۔ ایک ایک گلاس شربت
 پر مہمانوں کو رُخا دو گئی۔
 "آؤ زربلے اسے تو روٹنے کا خطبہ ہے بڑی اسے اپنے
 کمرے میں لے آئی۔
 "نانی! میں تو فرج کا کمرہ دیکھ کر حیران ہی رہ گئی۔ میں
 نے پہلے کبھی کسی لڑکی کے پاس اتنا کچھ نہیں دیکھا۔ الماری
 حتی کپڑوں سے چھری ہوئی۔ ڈریسنگ ٹیبل پر لاتنا
 سامان ٹیبل پالش اور لپ اسٹک کے اتنے شینڈل کیا
 بتاؤں۔ جیولری حتی وہ بہت مہنگی اور خوبصورت،
 اور اس کے کمرے میں ڈیک بھی تھا، وہ کہتی ہے میرے
 آؤ جیسے بہت بیمار کہتے ہیں۔ وہ میری کوئی فرمائش
 نہیں ٹھکرتے۔ اتنی ہی میں لاڈلی بیٹی ہوں۔ میں نے جو
 بھی مانگا انہوں نے مجھے دلا دیا۔ تب میں سوچ رہی
 تھی نانی! یہ سب تو پیسے کے کیوں ہیں ناں۔ اب اگر
 میری اتنی مجھے ہٹکے والے کپڑے نہیں دلا سکتیں یا میرے
 لیے اتنی مہنگی جیولری نہیں خرید سکتیں تو اس کا مطلب

کر رہا ہے اور خود کچھ بننا چاہتا ہے۔
 "اتنا! کیسی باتیں کرتی ہیں آپ۔ ان لوگوں کے
 پتا نہیں کتنے اونچے خیالات ہوں گے اور آپ بول
 بات کر رہی ہیں جیسے دونوں کے رشتے آئے ہونے
 ہیں اور آپ کو کسی ایک کے لیے ہاں کر کے دوسرے
 کو انکار کر رہا ہے۔ زربلے کے سامنے ایسی باتیں مت
 کریں۔ وہ بچی عمر میں ہے۔ نادان لڑکی ہے۔ یوہنی
 خواب آنکھوں میں سجا بیٹھی تو زندگی بہت مشکل ہو
 جائے گی اس کے لیے۔"
 "تم نہیں جانتیں نیسہ! زربلے مجھے کتنی پیاری ہے۔
 میری اس معصوم بچی نے آج تک کوئی خوشی نہیں دیکھی،
 اچھے وقت کا انتظار وہ اس شدت سے کر رہی ہے
 پہلے مجھے اندازہ نہیں تھا مگر چند روز پہلے انجانے میں
 ہی وہ اپنی خواہشات کا ذکر مجھ سے کرتی چلی گئی اور یقین
 مانو میرا قبول رونے لگا۔ ہلے میری معصوم بچی کیسے
 خواب آنکھوں میں بسانے بٹھا رہے تھے میرا اور سکون کے
 ساتھ دن کاٹ رہی ہے۔ میں نے تو اسی وقت فیصلہ
 کر لیا تھا۔ اس کے خوابوں کو حقیقت کا رنگ دینے کے
 لیے مجھے جو بھی ہو سکا۔ میں وہ کروں گی۔"
 "وہ سب تو ٹھیک ہے اتناں مگر کہاں پڑیں میں
 رہنے والے سودہ حال لوگ اور کہاں ہم تین پریشان
 حال اپنوں کے ہوتے ہوئے بھی بے سہارا عورتیں رہو تو
 ہمارے باپے میں سوچیں گے بھی نہیں۔"
 "کیوں نہیں سوچیں گے تم شاید اس وقت واقعی کی
 اتنی سے باتوں میں مصروف تھیں۔ میں نے ناھرہ کو اپنا
 حسب نسب، خاندانی شرافت اور دولت سب کے بارے
 میں بتایا تھا اور سن کر وہ بے حد متاثر بھی ہوئی تھی۔
 اسے یہ تو اب میاں کے بیرون ملک جانے سے امیر
 ہوئی ہے۔ تم توجہ دینی رہیں رہے ہیں۔ پانے بدلتا
 ہے رنگ آسمان کیسے کیسے" وہ حویلیاں، لوگر چاکر،
 زیورات کے کیس، کپڑوں کی الماریاں، حویلیاں سب
 خواب ہوئیں مگر وہ عزت و وقار تو تم سے کوئی نہیں
 ہائیں سکتا، ہم خاندانی لوگ ہیں۔"
 انہیں سمجھانا شاید بے کار ہی ہے۔ سچ ہے زربلے
 میں انسان پھر سے بچہ بن جاتا ہے۔ ایک بار جس نے

انہی میں نے کہا بھی تھا۔ میں ہاں فراتی انڈہ۔
 واقعی کچھ کہتے ہوئے کچن میں داخل ہوا تھا پھر جو نگاہ
 زیب پر پڑی تو بولا۔
 "اتنے سویرے آپ یہاں۔ خیریت تو ہے ناں؟"
 "ہاں ہاں خدا کے فضل سے خیریت ہے۔ دیکھو تو کتنی
 سویرے سویرے کیا بنا کر لاتی ہے۔ بہت ہی سکندر اور
 جیسا رہی ہو ہے؟"
 "ارے آپ کھڑی کیوں ہیں؟ تشریف رکھیے؟"
 پلیٹ دیکھتے ہی واقعی کا انداز بدل گیا۔ وہ اس کی
 شرفی کو سمجھ کر ہنس پڑی اور بولی۔
 "فرح کدھر ہے؟" میں اس سے مل لوں تو پھر گھر
 واپس جاؤں گی؟
 "مزدور ملیں مگر اسے ملوے کے بارے میں ہرگز نہ
 بتائیں۔ پھر میرے حقے میں کچھ بھی نہیں آئے گا؟"
 "شرم کرو واقعی! اس سے پہلے بھی سمجھ لے کر آئی
 تھی وہ بھی سارے قم نے کھالیں۔ اب ملوے پر بھی نظروں
 لگانے بیٹھے ہو۔ اتنا چٹورا بن بھی اچھا نہیں ہوتا۔ مل
 بانٹ کر کھانے میں ویسے بھی برکت ہے؟"
 "ای ایک تو ہمارے اہل تین وقت کی روٹی کے
 علاوہ کچھ بنتا نہیں۔ اب اگر ہمسائے مجھ پر ترس کھا کر کچھ
 بچھ دیتے ہیں تو اس پر بھی سب نظر لگائیتے ہیں۔ یہ نانی
 نے میرے لیے بھیجا ہے۔ جب وہ ہمارے ہاں آئی تھیں
 تو میں نے ان سے فرمائش کی تھی یکم میں میٹک کہہ
 رہا ہوں ناں؟"
 اس نے زیب سے پوچھا۔ وہ جواب دینے کے
 بجائے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ انہی کو ہنسی آگئی۔ بولیں۔
 "ہر کوئی تمہاری طرح دھڑلے سے جھوٹ نہیں بول
 سکتا۔ یہ تو بڑی نیک فطرت کی بچی ہے۔ اس سے تو
 ہرگز نہ امید نہ رکھو کہ تمہارا ساتھ دے گی؟"
 "ممائی! ناشتا تیار ہو گیا ہے؟" فری نے کچن میں جھانک
 کر پوچھا پھر زیب پر نگاہ پڑی تو خوشی اور حیرت سے
 بولی۔
 "قم اتنے سویرے ہمارے گھر میں۔ آؤ اندر آ جاؤ؟"
 آج ناشتا مل کر گریں گے؟
 واقعی اس کی طرف سے رخ موڑ لیا تھا۔ اور تیزی
 سے ملوہ کھا رہا تھا۔ فری نے اس خاموشی اور مصروفیت

کو عسویں کیا آگے ہو کر سانسے آئی اور بولی۔
 "میں بھی کہوں، یہ اور خاموشی عجیب سی بات
 ہے۔ یہ نہیں معلوم تھا آج ممائی نے ناشتے میں ملوہ بھی
 بنایا ہے اور یہ زیادہ کھانے کے پکڑ میں کچن میں گئے کھڑے
 ہیں؟"
 "تمہارا حصہ ٹیبل پر پہنچ جانے کا۔ چلو، پہلی کورے
 کر اندر چلو۔ اس کے سانسے صبح صبح لڑائی یہ کوئی اچھی بات
 نہیں۔ اس سے ہسٹا بول پر بڑا اثر پڑ سکتا ہے؟"
 "آؤ زیب! فرح اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر چلی گئی۔ واقعی
 نے اطمینان سے پلیٹ خالی کی اور پھر ڈائننگ روم میں
 آ بیٹھا۔ جہاں اہل خانہ ناشتے کے انتظار میں بیٹھے تھے۔
 واقعی کے ابوابخار کی خبروں میں گہکتے۔ چندی کی
 خاموشی اور جیسے کے تاثرات بتاتے تھے کہ پوری شدت
 سے ناشتے کے انتظار میں ہے جبکہ فرح اور پھر پھر زیب
 کے ساتھ باتوں میں مصروف تھیں۔
 "بتا دیا؟ واقعی نے جاتے ہی بڑی رازداری کے
 عالم میں زیب سے پوچھا۔ اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔
 "کیا؟" کس کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟ دونوں
 متوجہ ہوئیں۔
 "کچھ نہیں۔ ہماری آپس کی بات ہے؟ واقعی نے
 بڑے آرام سے کہہ دیا مگر اس کے اس انداز پر زیب
 کچھ گھبرا اسی گئی۔ کیا سوچیں گے گھر والے۔ میری اوماقی
 سے ایسی بے تکلفی کہہ رہی جو سب سے چھپ کر
 ہم آپس میں لڑکی باتیں کرنے لگے۔
 "کیا مطلب ہے؟" صاف صاف بتاؤ ناں؟ فرح
 واقعی کے پیچھے پڑ گئی۔
 "بس ہے نا ہماری آپس کی بات؟" اس نے شلنے
 اچکا کر منہ سے کہا۔
 "میں جانتی ہوں ویسے کوئی ایسی خاص بات نہیں
 ہے، یہ بونہی تنگ کر رہے ہیں تمہیں؟" اس سے پہلے
 کہ کوئی بدگمان ہوتا۔ زیب نے بتانے کا فیصلہ کر لیا۔
 "اے اے کچھ نہ بولنا اور آج منرا کے طوطے پر سب
 میرا ناشتا ضبط کر سکتے ہیں؟"
 وہ روک رہا تھا مگر زیب کو تو بانی پڑ گئی تھی۔ بتا کر
 سننے ہی فرح اسے برا بھلا کہنے لگی اور اپنے ماموں

سے بھی شکایت لگا دی۔

• واقعی اتم اتنے بڑے ہو کر بھی بچوں والی حرکتیں کرتے ہوئے تھے تھاری تعریف تو کبھی سننے کو نہیں ملی۔ البتہ شکایتیں اکثر میرے پاس آتی ہیں۔
• ابڑا میں تو انہیں خوش رکھنے کے لیے یہ سب کرتا ہوں۔ اس نے مصیبت سے کہا تھا۔

• جی ہاں، ہمیں خوش رکھنے کے لیے یہ سب کچھ خود بڑپ کر جاتے ہیں۔

• اصل میں وہ علوہ ان کی نانی نے بھی ای میرے لیے تھا۔ اب آپ چنپ کھڑی میرا تماشا کیوں دیکھ رہی ہیں۔ بتائیں ناں انہیں کہ وہ تو آیا ای میرے لیے تھا۔

• اور نہ جانے گڑبڑا کر اثبات میں سر ہلادیا۔ ابو ایک بار پھر اخبار میں لکھ گئے۔ وہ اگرچہ مجھ اور فرح کے قریب بیٹھ گیا اور دوسرے سے بولا۔

• ہر گئی اب تو تسلی۔ اصل میں ان کی نانی کو میں نے بہن بنایا ہوا ہے تو وہ میرے لیے کچھ نہ کچھ سمجھتی رہتی ہیں۔
• میں چلتی ہوں۔ زیبا کچھ کھڑی ہوئی۔

• جی ضرور۔ آپ کو کتنے دیر سے بھی کافی نام ہو چکا ہے۔

• واقعی کی بات نے اسے اچھا خاصا شرمندہ کر دیا۔ فری اور پھر پھر کے روکنے کے باوجود وہ پھر آؤں گی لکھ کر باہر آگئی۔

• واقعی بھی اس کے چھٹکے یا اور بولا: نانی جان کا شکریہ ادا کر میں۔ آپ کا بھی بہت شکریہ کہ میرا ساتھ دیا۔

• وہ جواب میں کچھ بھی کہے بغیر ہل آئی۔ گھر آئی تو نانی نے چھوٹے ہی پوچھا۔

• دے آئیں۔ کون ملا تھا؟ پلیٹ کس نے پکڑی؟
• جواب میں اس نے ساری بات بتادی۔ سن کر انہیں ہنسی آئی اور بولیں۔

• بڑا ہی شرمندہ لگا ہے اور میں نے بھلا کب سے بھائی بنایا ہے۔

• نانی! اتنے سویرے آپ نے مجھے ان لوگوں کے گھر بھیج دیا۔ پتا ہے! بھی انہوں نے ناشتا بھی نہیں کی تھی۔

• بھلا یہ بھی کوئی وقت ہے کسی کے ہاں جلنے کا؟
• جنید بیٹا کیا کر رہا تھا! انہوں نے بڑی محبت اور مہربانی سے ساتھ چنید کا ذکر کیا۔

• کچھ نہیں۔ ناشتے کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ فرح کی اتنی اودمانی آپ دونوں کو سلام کہہ رہی تھیں۔ اور واقعی نے ٹکڑیہ ادا کیا تھا۔

• اس روز غیر ارادی طور پر کئی بار اس نے واقعی کے پاس میں سوچا۔ بھلا لوگ اتنے زندہ دل خوش پاش کس طرح سے ہوتے ہیں۔ اسے کسی کی پروا ہے نہ عجیب کتنے اعتماد سے بات کرتا ہے۔ وہ اس کے فقر کو یاد کر کے کئی بار آپ ہی آپ مسکراتی۔

• واقعی کے بھانجے نمانی کی برقعہ ڈسے مٹی۔ فری ان کے ہاں آئی اور بتایا۔

• واقعی جاکر ناندہ باجی اور بچوں کو لے آئیے۔ بیوں مانی کی برقعہ ڈسے ہے۔ کیک کا آرڈر بھی واقعی نے دیا ہے اور کہتا ہے۔ سموسے تو ہسٹالوں سے بنواؤں گا کہ ایک بار کھائے تھے۔ ذائقہ اب تک زبان پر ہے۔ ممانی نے تو بہت منگ کیا کہ اتنی گرمی میں کہاں وہ لوگ آتی محنت کریں گے۔

• نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ میں اور اتنی مل کر بنا لیں گے۔

• اور آپ سب انراؤنڈ ہیں۔
• ہم سب؟ زیبا کچھ ہلکا کر بولی۔

• ہاں اس میں اس قدر حیرانی و پریشانی کی بھلا کیا بات ہے۔ گھر کے لوگ ہوں گے اور آپ سب۔ بس اور تو کوئی نہیں۔

• اچھا پلو ٹھیک ہے۔ یہ سن کر اطمینان ہوا۔
• جب سے فری نے برقعہ ڈسے کا ذکر کیا تھا ان

• دونوں نانی تو ایسی پر ایک ہی فکر سو رہی تھی۔ خود کیا دیں گے۔ ہم۔ ایسا ہو ناچاہیے جو ان لوگوں کے شایان شان ہو جبکہ اتنی مطمئن سی بھی تھیں۔ کہہ دیا تھا جو ہماری حیثیت ہے اس کے مطابق دے دیں گے۔ پسند آجائے تو ٹھیک نہیں تو نہ سہی۔ ہم نے تو اپنا بھٹ دیکھنا ہے۔

• لو بھلا۔ یہ کیا بات ہوئی۔ وہ اتنے پیار سے بھلا ہے۔
• ہاں اور ہم بچے کے لیے ڈھنگ کی ایک چیز بھی نہ لے کر جائیں۔

• نانی کو مکمل اختلاف تھا اور ان کی سمجھ میں یہ بھی نہیں آ رہا تھا کہ دیں تو کیا دیں۔

• نانی! سوٹ تو میرا نیا ہی رکھا ہوا ہے۔ بیوں بھی فری کہہ رہی تھی ہم ایک سیٹ کپڑے پہنیں گے مگر یہ جو توں کا کیا کروں۔ ایک بھی تو ڈھنگ کا نہیں ہے میرے پاس۔

• اسے ہاں نیسور یا تو بالکل سچ ہے۔ بے چاری زیبا کے پاس نہ ڈھنگ کے جوتے ہیں اور نہ ہی جوتڑیاں ہیں۔ تم اسے بازار لے جا کر یہ دونوں چیزیں س درلودو باقی بار بندے تو میرے پاس موٹیوں کا سیٹ رکھا ہے۔ وہ زیبا پہن لے گی۔

• اماں! اتنے خرچے۔ یہ تو وہی بات ہو گئی۔ بیگانی شادی میں عبداللہ دیوار۔

• بیگانی شادی کیوں پڑوں کا معاملہ ہے اور شادی بھی قائم ہو ہی جائے گی۔ آخری فقرہ بولے سے کہا نا کہ زیبا دسمن سکے۔

• اماں! آپ ہی آپ بات کہیں سے کہیں پہنچا بیٹھی ہیں۔ کیا یہ دانشمندی ہے؟ نیسور نے کھانا چاہا۔

• اچھا بس۔ اب اس بات پر مجھے بحث مت کرو۔ میں کچھ بھی سننے کو تیار نہیں ہوں اور ہاں سموسے دل سے بنانا۔ جتنے اچھے ہوں گے، اتنی ہی ہماری زیبا کی تعریف ہوگی۔

• نیسور نے آخر اثبات میں سر ہلادیا۔
• فری کا سوٹ مکمل ہو گیا۔ زیبا ان کے ہاں دے

• کر خود ان کے ساتھ بازار ملی گئی۔ نوئی کے لیے ریڈیو سٹریٹ خرید۔ اپنے لیے جوڑیاں اور سینڈل بازار سے یہ خوبصورت پرنٹ والے سوٹ تھے۔ جی پاشا تھا سب انہیں تو ایک آدھ ہی خریدے مگر اتنی نے صاف انکار کر دیا۔ اس کے اصرار پر بولیں۔

• میں تو پہلے ہی اتنے امیر بڑو میوں کے ہاں زیادہ آنے جانے کی قائل ہی نہیں تھی۔ مجھے پتا تھا تم وہاں جاؤ گے، ان لڑکیوں میں انھو میوں کی قاپنی ہر چیز میں کسے

• دکھائی دیں گے۔ اماں کو بھی سمجھا یا تھا مگر انہوں نے میری ایک نہیں سنی۔ اتنا زیادہ آنا جاننا رکھنا ہے ان کے ہاں اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ اب ہر چیز دیکھ کر کہاں جی چلتا ہے اور تم ناشکری ہوتی جا رہی ہو۔

• ائی! کیا بھی ہم بھی امیر ہوں گے؟ جواب میں انہوں نے کچھ نہیں کہا۔ تیز قدموں سے پٹنے لگیں اور اسے بھی تقلید کرنا تھی۔

• جس روز قریب مٹی ٹوہ بہت دل سے تیار ہوئی مٹی۔ نانی اماں کے سچے موٹیوں کا سیٹ پہنا تو اسے اپنا آپ بہت ہی اچھا لگا۔ کاش ایسے بہت سے سیٹ میرے اپنے ہوں۔ نانی نے دیکھا تو نظر اتاری اور بولیں۔

• میں تمہاری تیلدی سے پوری طرح مطمئن ہوں۔ آج تو اگر وہ سارے شہر کی لڑکیاں بھی بلا لیں تو تمہارے مقابلے کی ایک بھی نہیں ہوگی۔

• کیسی باتیں کرتی ہیں اماں! کوئی مقابلہ حسن میں شرکت کے لیے جا رہی ہے۔ مت اتنا چڑھاؤں اسے۔ کنواری بیٹیوں کی زیادہ تعریف اچھی نہیں ہوتی یا دیکھیں آپ کو آپ ہی کہا کرتی تھیں۔

• سب یاد ہے مجھے اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ میری بیٹی بڑی نصیبوں والی ہے۔
• یہ لوگ فرح کے ہاں نہیں تو پہلے ملاقات جنید اور اس کی اتنی سے ہوئی۔

• اسے آج تو زیبا بہت ہی پیاری لگ رہی ہے اور یہ موٹیوں کا سیٹ کتنا خوبصورت ہے۔
• یہ سچے موٹی ہیں۔ نانی نے جھٹ بتایا۔

• بہت خوبصورت ہے اور پہننے والی بھی بہت اچھی ہے۔ ناظرہ کی اس تعریف پر نانی کا ڈھیر دل خون بڑھ گیا۔ ان کی محنت رنگ لائی تھی۔ جنید بھی زیبا کر دیکھ کر مسکرایا تھا اور اس کی نگاہوں میں واضح تائید مٹی۔

• فری کہاں ہے آنٹی؟ اس تعریف پر وہ خرم لگئی اور فرح کے پاس سے میں پوچھنے لگی۔
• فرح شاید کچن میں ہوگی اور ہاں مٹی سموسے ہیں

مل گئے تھے۔ بہت مزے کے بھرے ہیں۔

ابھی کچھ دیر پہلے ان کا ملازم نے کرگیا تھا اور سید پوچھنے ہی والی تھیں کہ پسند آئے یا نہیں منا مرہنے خود ہی بتا دیا۔

میری زبیل کے ہاتھ میں بہت ڈانٹ ہے اسی نے بیلے تھے نانی نے بتایا۔

وہ بچن میں آگئی۔ فرح یہاں موجود تھی اور اس نے وہی سوٹ پہن رکھا تھا جو زبیل نے کر دیا تھا اس کی جیولری بھی بے حد خوبصورت تھی۔ وہ بتا رہی تھی

یہ سوٹ ابھی پچھلے ماہ مجھے میرے پاپائے بھیجے تھے اور یہ جوڑیاں دیکھو میں آج لے کر آئی ہوں اور پرفوم

کہتے کہتے ٹکی اور بولی۔

تم نے پرفوم نہیں لگایا۔ مہر میں تمہارے لیے لے کر آئی ہوں۔ تم ذرا الماری سے برتن نکالو۔

اس کے جانے کے بعد زبیل ابھی ادھر ادھر جائزہ ہی لے رہی تھی کہ پیچھے سے آکر کسی نے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

آج آپ کچن میں دکھائی دے رہے ہو۔ خیر تو ہے کہیں دشمنوں کی طبیعت تو ناساز نہیں ہے۔ دماغ کو گرمی

کہتے کہتے اس کا رخ بھی کھنکھنے والے نے اپنی طرف موڑا اور پھر صورت دیکھ کر ایک دم سے ہاتھ پیچھے کر لیا۔

سودی میں سمجھا فری ہے۔ "وایق جلدی سے سنبھل گیا تھا جبکہ وہ شرمندہ کی کھڑی تھی۔

"ابھی کچھ دیر پہلے تو یہ کپڑے فری نے پہن رکھے تھے کیا یہ کسی پیر سے دم کر دئے ہوئے ہیں اور اس نے کہا ہے کہ ان کو پہننے والی شوہر کے دل پر راج کرے گی اور سر پر چڑھ کر تلچے گی۔

میں نے اور فری نے ایک میسے سوٹ بنوائے ہیں اس نے دھیرے سے تعجب کی۔

اوتب پھر میرا قصور تو رہی کھڑا ہوا۔ بندہ پوچھے ایک میسے کپڑے سلوانے کی بھلا کیا تک ہے۔

اتنے ڈیزائن ہیں اتنے گراں وہاں دونوں ایک جیسے بنا کر لوگوں کو بے وقوف بنا رہی ہیں۔

مجھ سے تو فرح نے کہا تھا وہ صفائیاں پیش کرنے لگی۔

فرح کا تو دماغ خراب ہے۔ آئندہ جب وہ کچھ کہے تو مجھ سے مشورہ لے لیا کرو۔

اس نے جان چھڑانے کو جھٹ اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہی بے بندہ پوچھے کیوں آپ کے پاس اپنا دماغ نہیں ہے جو میرے کہنے پر عمل کرو گی۔

وہ بے بسی سے اس کی صورت دیکھنے لگی۔ پھر سر جھکا لیا۔

اتنے کام مت کیا کرو لوگ تو پھیلے پھلے جلتے ہیں۔ آج رتن سیٹ کر دیا ہے میں کل ڈھلوانے پر تل جائیں گے۔

"جی نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔"

اسے لڑکی اقم نے بھی دیکھی ہی کہاں ہے اس کا چلن تو بڑے بڑوں کی سمجھ میں نہیں آیا۔ اکثر لوگ مصورت میں ہی مارے جاتے ہیں مجھے تم سے بڑی

ہمدردی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم بھی بے خبری میں مات ہو جائے۔

زبیل ابھی نانی جان دکھائی نہیں دے رہی۔ کیا وہ نہیں آئیں؟ فرح پرفوم کی میسے ہاتھ میں پکڑے پوچھ رہی تھی۔

تمہیں نانی سے کیا کام پڑ گیا ہے نکلی لڑکی؟ وایق اس کی طرف مڑا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ یقیناً کھانوں کی خوشبو کے تعاقب میں آئے ہو۔"

لڑکیوں کے تعاقب سے کہیں بہتر ہے کہ بندہ خوشبو کا تعاقب کرے، ویسے پوچھ لو اپنی دوست سے۔

میں نے ایک چیز بھی نہیں کھائی۔

زبیل! کام ختم ہو گیا ہے تو آؤ۔ سب کے پاس جا کر بیٹھتے ہیں۔

اور اگر نہیں ختم ہوا تو تم کام کرو۔ میں اکیلی باہر بیٹھتی ہوں۔

سے نال بھی کہتا چاہ رہی ہوں ناں تم۔ شرم کرو فری بلکہ شرم سے ڈوب مرو اگر آئے مہالوں سے کام کرو اور ہی ہو۔

تمہیں کیا تکلیف ہے۔ یہ میری دوست ہے۔

فری! تمہارا خون ہے نہ جھینڈے اگر بتایا۔

کس کا خون ہے؟

ایسا نام بتا لیا ہے۔

اکثر لوگ غلط نام بتا دیتے ہیں۔ ایسا تو ویسے ہی کچھ مشکوک سا نام ہے۔ فرح ذرا سنبھل کے وایق کی بات پر جھنڈا اس کی طرف متوجہ ہوا اور بولا۔

تم یہاں کچن میں کھڑے کیا کر رہے ہو؟

"کیوں ضروری ہے۔ جو کچن میں کھڑا ہوں وہ کچھ کرے بھی۔"

ایسے ہی پوچھ لیا تھا بابا۔

دیکھا، ام بول لا جواب کرتے ہیں۔ وایق نے زبیل سے دلدیا ہی لکھو وہ خاموشی سے اپنا کام کرتی رہی۔

چلو آؤ میرے ساتھ۔ ہینڈ وایق کا ہاتھ پکڑ کر لے گیا۔

فری فون لینڈ کرنے چلی گئی۔ زبیل کچن میں اکیلی کھڑی تھی اور اس پاس جیسے وایق کی آواز تھی۔ اس کے بول پر آپ ہی آپ سسکا ہٹ دوڑ گئی۔

نانی جان! کچھ لوگ کس قدر خوش باش اور زندہ دل ہوتے ہیں۔ ان سے مل کر ہم بھی اپنے دکھ اور غم ویاں بھولنے لگتے ہیں۔

ہاں ٹھیک کہتی ہو تم تمہارے نانا بھی ایسے ہی مزاج کے مالک تھے۔

نانی! اگر کچن میں ایک فرد بھی ایسا ہو تو کس قدر رونق رہتی ہے۔ ہم تینوں تو کس ایک ہی مزاج کی ہیں۔

آج کل کا دور تو مصیبتوں اور پریشانیوں کا دور ہے۔ ہر کسی کے ساتھ کوئی نہ کوئی مسئلہ ہے۔ امیر ہو یا غریب۔ کسی نہ کسی پریشانی انہیں میں گرا رکھا ہے

دیتے ہیں اور ایسے میں زندہ دلی ہو تو کیسے ہو؟

نہیں نانی! جو زندہ دل ہوتے ہیں وہ تو ہر حال میں خوش مزاجی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

اچھا تم سے ایک بات کرنا چاہتی تھی۔ فری سے تو تمہاری بہت دوستی ہے اور میرا اندازہ ہے وہ تمہیں پسند بھی بہت کرتی ہے مینا! میں نے دیکھا ہے تم جب سے ان لوگوں کے ہاں جاتی ہو۔ صرف فری سے ہی چمکی رہتی ہو۔ اکثر تو سلام کرنے کے بعد اس کے کمرے میں ہی چلی جاتی ہو۔ اور میں ہی ناصرہ اور فاحرہ سے

بلاتمس کے جاتی ہوں۔

نہیں نانی! اب تو ناملد بائی بھی آئی ہوئی ہیں۔ وہ بہت اچھے مزاج کی ہیں۔ میرے ساتھ بالکل چھوٹی بہنوں والا پیار کرتی ہیں۔ ان کے بچے بھی بہت پیارے ہیں۔ میں ناملد بائی سے بھی کافی باتیں کر لیتی ہوں اور انہیں میری طرح کوکنگ کا بھی شوق ہے، کہ وہی جیسے کسی دن تمہارے گھر آکر تم سے ایک دو ڈشز بنانا سیکھوں گی۔

ہاں ہاں ضرور سکھے۔ وہ واقعی بڑی ہی سادہ مزاج کی لڑکی ہے حالانکہ میں نے سنا ہے اس کا شوہر کافی بڑا فخر ہے۔ مگر غور و نام کو نہیں۔ اصل میں خاندانی لوگ ہیں۔ انہیں انسانیت کی قدر ہے۔

دولت روپیہ پیسہ، نوود نمائش اس چیز کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ ناصرہ تو جب بھی میں جاتی ہوں اپنے پاس ہی بٹھا لیتی ہے اور ادھر ادھر کے قصے سناتی رہتی ہے۔ اس کی بھابی فاحرہ البتہ خاموشی مزاج کی ہے۔ زیادہ بات نہ جیت نہیں ہے۔

مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے نانی جان کہ وہ مغرور ہیں، یا انہیں ہماری آمد اچھی نہیں لگتی۔ ملتی تو وہ بھی بہت پیارے ہیں۔ بس یہ تو رنجانیانی طبیعت ہوتی ہے۔ وہ زیادہ بات نہ جیت کرتی ہی جہیں ہیں۔ بس کچن کے کام نبھاتی رہتی ہیں۔ سارے گھر کی فتنے داری بھی ان پر ہی ہے۔

ہاں اس کے بیٹے نے کمر باندھ کر دی ہے۔ تو یہ کس قدر تیز لڑکا ہے وہ۔ نہ بڑے کو دیکھتا ہے نہ چھوٹے کو پس اپنی ہی کہنے جاتا ہے۔

ہاں نوی کی سالگرہ پر کتنی رونق لگائی انہوں نے۔ وایق کے ذکر پر زبیل کا دل خوشگوار انداز میں دھڑکنے لگا تھا۔

خاک رونق لگائی۔ اس کی ماں تو اس قدر شرمندہ ہو رہی تھی۔ ابھی تک بچوں والی حرکتیں کرتا ہے۔

اب وہ جو بکری کا بچہ پالا ہوا ہے۔ کس قدر لاڈ اٹھاتا ہے اس کے۔ مجھے تو دیکھ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ اسی گھر میں وہ بچہ جنید بھی تو رہتا ہے

کیسا سلجھا ہوا خاموشی طبع اور نیک مزاج لڑکا ہے۔ اس کے لیے تو دل سے دعا نکلتی ہے۔ اتنی

سعادت مندی سے سلام کرتا ہے اور نظر نہی کے بیٹھ جاتا ہے۔ واقع کی طرح نہیں کہ اندھی طوفان کی طرح اُٹے۔ سارا گرا گویا زلزلے کی زد میں ہے۔ عموماً دربر بیٹھے ایسی گفتگو کی جو کسی کے پلے نہیں پڑتی اور چلتے ہیں۔

نانی! بہت بُرے لگتے ہیں وہ آپ کو؟ زیبا نے کچھ دل کے ساتھ دریافت کیا۔

نہیں۔ مجھے کیوں برا لگنے لگا۔ اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا ہے۔ انگوٹوں کی ٹھنڈک، دل کا سکون ہے۔ خدا اُسے صحت و تندرستی والی لمبی عمر عطا فرمائے۔ میں تو اس کی عادت کی بات کر رہی تھی کہ ماں جتنی خاموش طبع، بیٹا اتنا ہی شور مزار ہے۔ ہنسی میں چہن ہے ہی نہیں یہاں وہاں پھرتا پھرتا ہے۔

پھر ذرا توقف کے بعد بولیں۔
لو بات کہاں سے شروع ہوتی تھی اور کہاں آ رہی تھی۔ اصل میں میں تم سے کہنا یہ چاہ رہی تھی کہ جب تم فری کی طرف جایا کرو تو نامہ کو سلام کرنے کے بعد فوراً فری کی طرف دوڑ مت لگا دیا کرو۔ کچھ در نامہ کے پاس بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہا کرو۔ اس سے اچھا اثر پڑتا ہے۔

وہ مجھ سے اتنی بڑی ہیں۔ میں بھلا ان سے کیا بات کر سکتی ہوں؟

بڑوں کی بات سن بھی لیا کرو۔ میں نے جو کہلے اس پر عمل کرو۔ آپس کی بات چیت اچھا اثر دیتی ہے۔ اچھا نانی! بیٹھ جایا کروں گی میں ان کے پاس بھی مگر ان سے کہوں گی کیا یہ بھی بتا دیں؟

بات سے بات لگتی جاتی ہے۔ بھلا پھٹے سوچ کر بھی گفتگو کی جاسکتی ہے۔ وہ سوال کر رہی ہیں گندم اور تم جواب دے رہی ہو چنا اب یہ تو ہونے سے رہا۔

ابھی نانی انواری میں یہ بات چیت ہو رہی تھی کہ فرج آگئی۔

آؤ بیٹی! تم تم ہی لوگوں کا ذکر کر رہے تھے؟

زیبا! انگوٹوں کے لیے پہنے بناؤ۔
نہیں نانی! چاہنے نہیں پڑتا مجھے۔ میں بہت جلدی

خود ہی ہنم کر جاتے ہیں۔
ہاں ٹھیک ہے تم ہواؤ گاؤں سے! میں تو دن رات یہی دعا کرتی ہوں۔ خدا تمہیں آرام چین کی زندگی دے اور اب تو لگتا ہے تمہاری یہ شہقت ختم ہونے والی ہے۔ آرام سے بستر پر بیٹھ کر حکم چلا کر دے گی؟

وہ کہے نانی؟ زیبا نے خوش ہو کر بوجھا۔
بس مجھے ایسا ہی لگتا ہے۔ وہ آسودگی سے مسکرائیں۔

نسیب! ان کی بات سمجھ تو گئی تھیں مگر جبر سے پر کرنی تاثر نہیں آیا۔ وہ سفر میں اٹھنے والے اخراجات کا حساب لگاتے لگیں۔

سنو! تھوٹوں کا موسم ہے، آتے ہوئے مجھے لگتا اور زیادہ لے کر آنا۔ ہم تو تین ہی ہیں بلکہ میرا تو شاہی کیا مگر بڑوں میں تو اللہ کے فضل سے بھرا کنبہ آباد ہے۔ ان کے ہاں بھی بھلاؤں گی؟

نانی! پتا نہیں وہ کھاتے بھی میں یا نہیں؟ زیبا نے کہا۔

لو کھاتے کیوں نہیں۔ سادہ مزاج کے لوگ ہیں۔ کوئی خزا تو ہے نہیں ان میں۔ تم دیکھ لینا۔ کتنا خوش ہو کرے لیں گے؟

نانی نے نسیب کو بازار بھیج کر بہت اچھا سا دھاگا منگوایا اور پھر سر جھکا کر روٹیہ بنانے میں مصروف ہو گئیں۔
زیبا نے سمجھایا۔ نسیب نے منع کیا مگر انہوں نے ایک نہیں بنی۔

اماں! پھرات کو سر میں دو دو ہوگا۔ آپ فرج سے کہہ دیجئے، وہ بڑا جیس مانتی؟

کیوں کہہ دیجیے۔ تم نہیں جانتیں نسیب! اپنی زیبا کے لیے میں نے کتنی دعا مانگی ہیں۔ کیا کیا ارمان ہیں میرے دل میں اس کے لیے۔ تمہاری طرف سے تو دل ٹھنڈا ہوا۔ میں نہیں دیکھ دیکھ کر تمہارے نصیب پر روتی ہی رہی مگر اپنی زیبا کے لیے میں نے رب کے حضور اتنی دعا مانگی ہیں کہ یقین سا کیا ہے وہ دلج کسے گی۔ ہمیشہ ہنسنے مسکراتے گی۔ نامہ کا بیٹا مجھے اس کے لیے ہر لحاظ سے موزوں لگتا ہے۔ لہٰذا زیبا کی طرف ہی ٹھنڈے بنجیدہ مزاج کا مالک ہے۔ ایسے لوگ حساس طبیعت کے ہوتے ہیں۔ دوسروں کا احساس

کرتے ہیں۔ دل آزاری ان کی فطرت میں ہی نہیں ہوتی، اور مجھے پورا یقین ہے، زیبا کا نصیب اسی گھر میں کھلے گا۔

اماں! اتنے یقین سے بات مت کریں پتا نہیں ان لوگوں کی مرضی کیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو سکا تو آپ کا ملاؤں جہاں مجھے بہت ڈکھ دے گا۔

تم اچھی امید رکھو۔ وہ کروٹیہ بنانے میں مصروف ہو گئیں۔

بڑی محنت کے ساتھ انہوں نے دوپٹہ مکمل کیا۔ زیبا اور نسیب نے بہت تعریف کی اور وہ مطمئن ہو کر بولیں۔

آج شام ہی میں خود جا کر دوپٹہ نامہ کو دے کر گاؤں گی۔ زیبا نام بھی میرے ساتھ چلنا۔

ٹھیک ہے نانی جان! ضرور چلیں گے۔

جب تک شام نہیں ہوگی، نانی جان نے کئی بار دھپے کا تنقیدی جائزہ لیا۔ کام میں صفائی تو ہے ناں؟

یہ ذرا سن بھلا تو لگتا ہے؟ بار بار سوال کرتیں اور زیبا ہر بار ہنسنے ہوئے تلی دیتی۔

شام کو جب وہ دونوں ان کے ہاں آئیں تو گھر میں تقریباً سبھی موجود تھے۔ جیہد دکھائی نہیں دیا۔ انہوں نے پوچھا تو بتا چلا کسی دوست کی طرف گیا ہو ہے؟

اچھا یہ دوپٹہ دیکھو اور بتاؤ ذیل پسند آئی یا نہیں؟

انہوں نے شاپرے دوپٹہ نکال کر بھیلایا۔

ارے اتنی جلدی بنا لیا مجھے کوئی ایسی خاص جلدی تو نہیں تھی؟ انہوں نے بیل پر ہاتھ پھیرا اور ستائش بھرے انداز میں کہا۔

فاخرہ اور نالہ نے بھی تعریف کی جبکہ فرج بولی۔

آپ تو بہت اچھا کام جانتی ہیں نانی! اب تو میں بھی آپ سے اپنے دوپٹے پر بیل بنواؤں گی؟

کیوں بیل والے دوپٹے اونٹن سے کیا زیادہ ٹوٹا ہوتا ہے؟ واقعی نے بٹکا ہر بڑی بنجیدگی سے سوال کیا تھا۔

آتنا خوبصورت لگ رہا ہے، میں تو ضرور بنواؤں گی۔

89

مردہ ہی ایسی بہت قریبی بنا کر دوں گی؟
 اچھا خالہ یاد آیا۔ میں نے کہنا تھا اس بار آپ سے
 سبزیوں کا اچار ڈلوانا ہے۔ میرے چند کو بہت پسند
 ہے۔ بازار سے لاکر کھاتا رہتا ہے مگر گھر کے اچار کی
 تو بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ سوچا تھا اس مرتبہ آپ
 سے ڈلواؤں گی۔ ذائقہ بھی بہت ہے آپ کے ہاتھ میں؟
 کیوں نہیں۔ زربا بہت اچھا اچار ڈالتی ہے؟
 انہوں نے بڑی خوشی سے ہائی ممبری۔
 ہمیں ایک چیز دکھاؤں؟ فری زربا کا ہاتھ بکڑ
 کر اسے اٹھاتے ہوئے بولی۔
 کیا چیز؟ اس نے پیٹھے پیٹھے ہی پوچھا۔
 آج کل ہم بھائی کے رشتے کے پکڑے میں ہیں۔ چلتے
 ہیں جھٹ کسی لڑکی کو انکو معنی پہنا کر باند کر لیں
 اسی سلسلے میں دو تین تصویریں ہیں میرے پاس۔ تم جاناؤ
 کون سی زیادہ اچھی ہے؟
 فری کی بات سن کر نانی کی تو پیسے دنیا ہی ڈول گئی۔
 زربا، فری کے ساتھ چلی گئی۔ نانی کچھ توقف کے
 بعد بولیں۔
 ”ہم بھی آج کل زربا کے رشتے کے لیے پریشان
 ہیں۔ کوئی اچھا لڑکا ملے تو میں اس کی بات مٹی کر دوں
 زربا جیسی لڑکی کے لیے رشتوں کی کیا کمی ہے؟
 ناند نے کہا تو وہ بولیں۔ بس مجھے نیک شریف
 لوگ چاہئیں؟
 آپ کے عزیزوں میں کوئی نہیں ہے خالہ؟ آجکل
 تو لڑکی سے زیادہ چیزیں دیکھا جاتا ہے اور لوگ اپنے
 برابر کے لوگوں میں ہی رشتہ کرنا پسند کرتے ہیں اور
 یہ کچھ غلط بھی نہیں۔ لڑکا لڑکی اگر ایک جیسے گھرانوں کے
 ہوں تو ان کی سوچ کا انداز بھی ایک جیسا ہوتا ہے۔
 ورنہ عزیز گھر سے لڑکی بیاہ کر لے آؤ تو وہ دلی دہائی
 جھپکتی سی رہتی ہے اور آج کل کے لڑکے جھلا ایسی
 لڑکیوں کو کہاں پسند کرتے ہیں۔ میرا چند تو کہتا ہے۔
 اتنی کسی لڑکے گھرانے میں ہی شادی کروں گا۔ لڑکی
 کے بھائی کو رمنٹ آفسر ہونے چاہئیں اور لڑکی ایسی
 جو میرے ساتھ چلتی اچھی سکے؟
 ”ماں جنید کے ارادے بہت اوپے ہیں؟“ ناند

اتنی اچھے عمو اور ان کے بچے تو ہیں ہی اتنی مزاج
 کے۔ اپنا کام نکلوانے میں تیز ہیں۔ دوسروں کے
 جذبات کی انہیں کب پرواہ ہوتی ہے، اب اگر زربا
 سے رشتہ نہیں بھی کرنا تھا تو اس قدر خشک اور چمکتے
 ہونے لہجے میں تو بات نہ کرتیں۔ ویسے زربا بہت بہت
 اچھی لڑکی اور یہ لوگ بے حد شریف اور خاندانی ہیں۔ تو
 پھر کیا خیال ہے؟ ہم نے اپنے بھائی کے لیے مانگ لیں؟
 ناند نے خوشی سے دانت کی طرف دیکھا۔
 ”مجھے تو کوئی اعتراض نہیں۔ البتہ دانت کا مجھے پتا
 نہیں اس کے ارادے بھی جنید کی طرح ہیں یا اس سے
 بھی اوپے ہیں؟“
 ”میرے ارادے واقعی جنید سے اوپے ہیں اتنی!
 مجھے صرف دولت اور نانا ہری شان و شوکت متاثر نہیں
 کر سکتی۔ مجھے تو غصہ اور نیک دل سادگی کی تمنا ہے
 جو ہر فکھ سکھ میں میرے ساتھ ہو۔“
 ”تو پھر کیا خیال ہے؟ میں اُمی الجھ کے آفس فزن کر کے
 ان سے اجازت لیتی ہوں اور پھر چلتے ہیں زربا کے گھر؟
 ناند ضرورت سے زیادہ پرجوش تھی اور یہی حال فخرہ
 کا بھی تھا۔
 نانی جس وقت سے فری کے پاس سے ہو کر آتی تھیں
 چہرے پر دوپٹے کے مسلسل چپکے چپکے روتے چلی جا رہی
 تھیں۔ زربا کچن میں رات کا کھانا بنانے میں لگی تھی۔
 اور نیمبر بار بار ماں سے پوچھ چکی تھیں۔
 ”آپ ایسے کیوں لیتی ہیں؟ ہر بار انہوں نے مردود
 کا بہانا بنایا تھا۔
 ”اماں! چلنے ہی پتی لیتیں۔ وہ ایک بار پھر کمرے
 میں آئیں اور اب کے انہیں احساس ہوا اماں رو
 رہی ہیں۔
 ”خیر تو بے ناں اماں؟“ وہ ان کے پاس آئیں
 نانی نے دوپٹہ چہرے سے ہٹایا اور بولیں۔
 ”تم ٹھیک کہتی تھیں نسیم! میں نے اپنی بیٹی کے لیے
 بہت اوپے خواب دیکھ لیے تھے۔ میں بھول گئی تھی
 عزیز کی بیٹی بیاہ کر بھی عزیز کے گھر ہی جاتی ہے؟“
 ”السلام علیکم“ ناند نے کچن میں آ کر زوردار سلام
 کیا۔ نانی جلدی کے آنسو پونچھ کر آئیں۔ ناند اور